وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

اس آیت کریمہ کے ایک مصداق یعنی سلسلہ

تسہیل المواعظ

کا حصہ اول

جسمیں سلسلۂ مذکور کا پہلا۔ دوسرا۔ تیسرا وعظ ہے جن کے یہ لقب ہیں

آداب حسنا کی | خوف حاضری کا | خالص رکھنا رمضان کا

ازافادات حکیم الامت مولانا مولوی شاہ اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی

جو بوجہ آسانی و سہولت مضامین کے عورتوں اور عوام کو بھی بے حد نافع ہے۔ بتصحیح و ترتیب مولوی انوار الحق صاحب امروہی

وبہ فرمایش مولوی فضل اللہ و علی زین العابدین صاحبان

باہتمام خاکساران رفیق احمد و شبیر علی

مطبع امداد المطابع تھانہ بھون ضلع مظفرنگر میں طبع ہوا

(کتبہ بندہ احقر محمد عبد الرحمن) (ربیع الاول سنہ ۱۳۳۵ھ) (ساکن میرٹھ شہر)

قیمت کاغذ سفید ۲
" حنائی ۱۲

معین الدین پریس میرٹھی

ل ۱۰۰۰

مختصر فہرست مواعظ حضرت حکیم الامۃ مدظلہم موجودہ کتب خانہ اسلامیہ دینیہ تھانہ بھون ضلع مظفر

تسہیل المواعظ } اس سلسلہ تسہیل کے تین تین وعظ کا ایک ایک حصہ علیحدہ کر دیا ہے چنانچہ پہلا حصہ تیار ہو چکا ہے جسمیں یہ مواعظ ہیں (۱) حساب کی آمد (۲) حاضری کا خوف (۳) رمضان کا خالص رکھنا ------- ۴/

بقیہ حصے بھی انشاء اللہ ہر ماہ میں ایک ایک طبع ہوتے رہینگے اور انشاء اللہ بہشتی زیور کے حصوں سے بھی بڑھ جاوینگے۔ ان مواعظ کے سننے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا مولانا صاحب بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے ہیں آسان ایسے کہ عورتیں اور بچے بھی سمجھ سکتے ہیں۔

التذکیر } مثل دعوات عبدیت کے حضرت مولانا مدظلہ کے مواعظ کا ایک سلسلہ التذکیر کا ہے جسکے تین حصے طبع شدہ موجود ہیں۔

التذکیر حصہ اول۔ اسمیں ۷ وعظ ہیں۔ ۸/

التذکیر حصہ دوم۔ اسمیں ۶ وعظ جدید ہیں ۶/

التذکیر حصہ سوم۔ اسمیں بھی ۶ وعظ ہیں ۶/

حسن الموعظت } اس سے قبل کے ۱۲ وعظ دعوات عبدیت کے دس حصوں میں تیار ہو چکے ہیں اب بجز حضرت کے تازہ مواعظ کا یہ سلسلہ حسن الموعظت کے نام سے خاکسار نے جاری کیا ہے الحمد للہ کہ دو ماہ کے اندر پانچ وعظ چھپکر تیار ہو چکے

وعظ اول حسن الموعظت مسمی بہ الخضوع ۔ ۴/

وعظ دوم حسن الموعظت مسمی بہ عمل الذرہ ۔ ۳/

وعظ سوم و چہارم حسن الموعظت الحبور لنور الصدور و الحضور لامور الصدر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک و تبرکات کے بیان میں۔ ۳/

وعظ پنجم حسن الموعظت مسمی بہ الشذور فی حقوق بدر البدور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق و احوال میں ہمرنگ الحبور النور الظہور۔ السرور ------- ۳/

اور انشاء اللہ یہ سلسلہ حسن الموعظت برابر جاری رہیگا بقیہ مواعظ اس سلسلہ کے یہ ہیں جنکا کام جاری ہے دوا العضیق الافتضاح۔ حقوق البیت۔ مظاہر الاحوال الغضب۔ باقی اور بھی موجود ہیں۔

دعوات عبدیت } جنکی ۶ جلدیں طبع ہو چکیں تفصیل یہ ہے۔ (جلد اول ۱۲) (جلد دوم ۱۲) (جلد سوم ۱۲) (جلد چہارم ۱۲) (جلد پنجم ۱۲) (جلد ششم ۱۲)۔

دعوات عبدیت کی جلد ہفتم و ہشتم مکمل خاکسار نے خرید لی ہیں انشاء اللہ ہر جلد کا ایک ایک وعظ علیحدہ چھپکر شائع ہوتا رہیگا چنانچہ اسوقت دعوات عبدیت حصہ ہفتم کا پہلا وعظ مسمی بہ عوائل الغضب طبع ہو چکا ہے قیمت -------

مواعظ متفرقہ

یہ وہ مواعظ ہیں جو علیحدہ علیحدہ ش[ائع] ہوئے ہیں اور قابل پڑھنے کے ہیں

تجارت آخرت یا سلعۃ اللہ } جلسہ سہار[نپور] کا بڑا وعظ ج[س] میں اصلی تجار[ت] کا مفصل بـ[یان] ہے عجیب وعظ ہے -------

خواص خمسہ } جسمیں الحبور۔ السـ[رور] الظہور۔ النور۔ الشـ[ذور]

یہ پانچ وعظ مجموعہ حضور صلی اللہ علیـ[ہ وسلم کے] نور مبارک و احوال و مناقب و حقوق و تبـ[رکات و] ولادت کے بیان میں۔ ٹائیٹل نہایت خوشنما ضخیم مجموعہ ہے قیمت مجلد ۱۲ غیر مجلد ۱۲

تذکیر الآخرۃ وعظ -------

دعاۃ الامۃ۔ جلسہ مؤتمر دیوبند کا و[عظ]

روح الارواح۔ یہ ایک بڑا وعظ

السرور وعظ حضور کی ولادت کے بارہ میں

الشذور وعظ حضور کے حقوق کے بارہ میں

الظہور وعظ۔ حضور کے حالات میں

النور وعظ۔ حضور کے نور مبارک کے بارہ میں

یہ صرف مواعظ کی فہرست ہے جو بوجہ مناسبت اسجگہ لگا دی گئی دیگر تصانیف حضرت اقدس حکیم الامۃ و نیز دیگر بزرگان دین کی تالیفات کا حال بڑی فہرست سے معلوم ہو سکتا ہے جو مع جنتری سنہ ۱۹۱۶ء چھپی ہوئی ہے

ہفت اختر۔ چھ وعظ اور سو ملفوظات -------

مواعظ اشرفیہ -------

معرفۃ الحقائق وعظ معروف تطہیر الاعضار

(کتابیں ملنے کا پتہ) مولوی محمد فضل اللہ و علی زین العابدین مالکان کتب خانہ اسلامیہ دینیہ تھانہ بھون ضلع

تمہید تسہیل المواعظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

بعد حمد و صلوٰۃ عرض ہے کہ یہ وہی مجموعہ ہے جسکا ذکر تتمہ رابعہ تنبیہات وصیت کے عنوان لحاق نمبر ۳ میں بالکل صفحہ اخیر پر ہوا ہے چونکہ وہ عبارت اوسکی حقیقت اور غایت ورنافعیت کے اظہار کے لیئے بالکل کافی ہے اس لئے اس تمہید میں اوسی کا نقل کردینا کافی ہے وھی ھٰذہ

تسہیل المواعظ کا حاصل یہ ہے کہ احقر کے مواعظ میں بعضے مضامین خاص اہل علم کے سمجھنے کے تھے جن سے عام کو دل تنگی ہوتی تھی پس ہر وعظ میں ایسے مضامین میں سے بعض کو کم کردیا گیا بعض کو بعید سہل کردیا گیا۔ یہ عام کے لئے نہایت کارآمد ہوگا اسکی اشاعت کا اہتمام مولوی فضل احمد صاحب رامپوری نے کیا ہے۔ اھ احقر کا مشورہ ہے کہ مثل بہشتی زیور کے کوئی گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہیئے اسکا نفع گھر والوں کی درستی میں بہت جلد آنکھوں سے نظر آجائیگا انشاء اللہ تعالیٰ فقط

کتبہٗ اشرف علی

اوائل محرم ۱۳۳۵ھ

سلسلہ تسہیل المواعظ کا پہلا وعظ مسمّٰی بہ

حساب کی آمد

(منتخب از وعظ اوّل اشرف المواعظ حصہ اوّل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وبارک وسلم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون ترجمہ۔ لوگوں کا حساب نزدیک آگیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں

میں پہلے یہ عرض کئے دیتا ہوں کہ وعظ سُننے سے لوگوں کی غرضیں جُدا جُدا ہوتی ہیں بعض کی غرض صرف مجمع وعظ کی شرکت ہوتی ہے اور بعض کی غرض اچھی مجمع کی برکت لینا ہوتا ہے۔ اور بعض کی غرض اپنے مرضوں کا علاج ہے وہ اسطرح کہ وعظ کہنے والا جو کہتا جائے اوسکو اپنی حال سے مِلا مِلا کر دیکھتے جائیں اور غرض اصل میں یہی ہونی چاہئے۔ اب رہی یہ بات کہ ہر شخص کو اپنے دل کے مرض کیسے معلوم ہو سکتے ہیں جنکو وہ وعظ کے مضمون سے مِلا مِلا کر دیکھتا جائے تو یہ سمجھ لیجئے کہ ہر ایماندار کو خواہ وہ کتنا ہی کم درجہ کا کیوں نہ ہو ایک بڑا نور دیا گیا ہے کہ جس سے وہ اپنے نفع اور نقصان کو دیکھ سکتا ہے جسطرح بہت سے چراغ رکھے ہوں کہ سب میں کم یا زیادہ روشنی ضرور ہوتی ہے حاصل یہ ہے کہ اچھی غرض وعظ سُننے سے اپنے حال کی درستی اور اوسپر وعظ کہنے والے کی باتوں کو مِلا مِلا کر دیکھنا ہے۔ اگر اس کوشش میں مر بھی جائیگا تو نیکو میں شمار ہوگا۔ یہ تمہید ہوئی۔ اب سُنئے کہ اللہ میاں نے شکایت کی ہے بندوں کی غفلت کی وہ یہ کہ اونکا حساب بہت قریب آن لگا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں

اور یہ سمجھ لیجیے کہ شکایت دوست کی ہوتی ہے جس سے غرض یہ ہے کہ وہ اپنی درستی کرے۔ شکایت سے تعلق توڑنا منظور نہیں ہوتا اگر کسی سے علاقہ رکھنا منظور نہیں ہوتا تو اوسکی شکایت نہیں کیا کرتے دشمن کی شکایت ہی کیا جو کچھ کرے تھوڑا ہے۔ دشمن کے مقابلہ میں تو صاف جواب ہوا کرتا ہے معلوم ہوا کہ اللہ میاں شکایت کرتے ہیں بندوں سے تعلق دور نہیں کرتے بلکہ اونکو اپنا بنانا چاہتے ہیں چنانچہ کلام اللہ میں فرماتے ہیں واللہ یدعوا الیٰ دار السلام ط ترجمہ اللہ میاں جنّت کی طرف بلاتے ہیں اور یہ کتنی بڑی رحمت ہے کہ بدون اپنی کسی غرض اور نفع کے ہمیں سنوارنا چاہتے ہیں۔ اس بات پر بعض لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ جب اللہ میاں کو ہمارے عملوں کی کوئی ضرورت نہیں تو پھر کیوں ہمیں تکلیف دی۔ اسکے بارہ میں میں کہتا ہوں کہ اگر مریض یوں کہے کہ حکیم جی کو میرے علاج کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اونکو تو کوئی نفع ہے ہی نہیں۔ ظاہر بات ہے کہ ایسا بیمار اچھا نہیں ہو سکتا۔ مریض کبھی خیال نہیں کرتا کہ میں حکیم جی پر بڑا احسان کرتا ہوں۔ اور عبادت کرنیوالے کو یہ خیال ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ عبادت کرنیوالا یوں سمجھتا ہے کہ عبادت اللہ میاں کا کام ہے حالانکہ اونکا کام نہیں۔ پھر ہمارے اوپر یہ مہربانی دیکھو کہ اللہ میاں نے پہلی امتوں کو ایک ہی دفعہ ایک کتاب عمل کرنیکو بھیجدی جسمیں دل کے سارے مرض لکھے ہوئے تھے اور یہ کام بندوں کی سپرد کر دیا کہ اپنی ضرورت کیموافق اُس کتاب میں سے نکال لیں۔ اور اس امت کو ایک ایک نسخہ کر کے بھیجا یعنی مختلف وقتوں میں کلام اللہ کی آیتیں اوتاریں یہ نہیں کہ ایک ہی دفعہ پورا کلام اللہ بھیجدیا ہو۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی حکیم ابتدائی علاج سے انتہا تک ہر وقت کے موافق ایک ایک نسخہ دیتا ہے یہ زیادہ مہربانی اور رحمت کی صورت ہے اور پھر اس سے بڑھکر یہ رحمت ہوئی کہ ہمارے علاج کی دیکھ بھال کیلئے کیسے مہربان پیغمبر کو بھیجا۔ چنانچہ کلام اللہ کے اندر حضور کے بارہ میں ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم ترجمہ۔ آپ صرف خدا تعالےٰ کی رحمت سے اسقدر مہربان ہیں۔ پھر خیال تو کرو کہ لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم کی اس محبت کی کیا قدر کی۔ حضور بے انتہا مہربان اور نرم تھے۔ اس سے کیا زیادہ بات ہوگی کہ اللہ میاں نے آپکو جاہد الکفار کا حکم فرمایا کہ آپ بہت نرمی نہ کیجیے کچھ تو سختی چاہیے حضور نے کبھی کسکی برائی تو چاہی ہی نہیں۔ اگر کبھی انسانی تقاضہ سے تمھارے نقصان کی دعا مانگی بھی تو پہلے خداوند تعالیٰ سے عہد کر لیا کہ اُس دعا کو رحمت کا سبب کر دیا کریں نہ نقصان کا۔ اگر غور کرو تو حضور کی دعا تو عابد دعا بھی دعا ہے۔ اور یہ حضور کی رحمت ہے کہ صرف زبانی درستی نہیں فرمائی بلکہ خود محنت اٹھائی۔

آپکو کبھی یہ خیال نہ ہوا کہ عبادت کی کیا ضرورت ہو حالانکہ حضور کی اگلی پچھلی باتیں سب معاف کردی تھیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آپ تہجد کی نماز میں اتنی اتنی دیر کھڑے رہتے تھے کہ پاؤں مبارک ورم کر آتے تھے اور فرماتے افلا اکون عبدا شکورا ترجمہ۔ کیا میں اللہ کا بندہ شکر گذار نہ ہوں۔ حضور کا باوجود بخشش ہوجانیکے یہ حال تھا۔ پھر ہمیں کیا ہوا ہے حالانکہ ہماری یقینی بخشش بھی نہیں ہوئی۔ حضور کے بطور شکر عبادت کرنے پر قصہ یاد آیا وہ یہ کہ ایک بزرگ نے ایک پتھر کو دیکھا کہ رو رہا ہے۔ بہت رحم آیا اور بذریعہ کشف معلوم کیا کہ کیوں روتا ہے اُس نے کہا کہ جب سے یہ آیت اوتری ہے وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ترجمہ۔ دوزخ کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جب سے برابر رو رہا ہوں۔ اُن بزرگ نے دعا مانگی کہ اللہ میاں اِس پتھر کو تو دوزخ سے بچا ہی دیا جاوے۔ دعا قبول کرلیگئی۔ اُس پتھر کا آپنے اطمینان کردیا۔ پھر ایکمرتبہ جو گذر ہوا تو دیکھا کہ پہلے سے زیادہ رو رہا ہے۔ اسپر بڑا تعجب ہوا پوچھا کہ اب بھائی کیوں رہا ہے تیری تو نجات ہوگئی۔ اوسنے کہا واہ جس عمل سے یہ نتیجہ ہوا اوسکو اور زیادہ کیوں نکروں۔ غرض یہ ہے کہ عبادت میں بالکل اپنا ہی نفع ہو اور لوگوں کا خیال یہ ہے کہ عبادت اللہ میاں کا کام ہے بس بوجھ سا اوتار دیا۔ ہمارے نفس دین کے چھوڑ دینے کے لئے یہ سب حیلے کرتے ہیں ہمارے ذمہ جو حقوق ہیں اونکا تقاضہ تو یہ تھا کہ اگر وہ اپنی طرف ہمکو نہ بھی کھینچتے اور مہربانی نہ بھی کرتے تب بھی ہماری طرف سے ہمیشہ طلب جاری رہتی اگرچہ اودہر سے انکار ہی ہوتا۔ مگر نہیں اودہر سے انکار نہیں طلب ہی ہے۔ اور لوگوں کا معاملہ اللہ میاں کے معاملہ کے خلاف ہو کہ وہ بلا رہے ہیں اور یہ مُنہ پھیرتے ہیں اسواسطے اللہ میاں شکایت کرتے ہیں جدا کرنا منظور نہیں۔ محبت جب ہی تک رہتی ہو جبتک گلہ شکایت رہے فرماتے ہیں اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون کہ لوگوں کا حساب بہت قریب آگیا اور اونکو کچھ خبر نہیں۔ نہ کچھ پہلی باتوں کا بدلہ کرتے ہیں نہ آیندہ کے لئے احتیاط ہر بات میں جو معاملہ ہمارا اونکے ساتھ ہو لوگ اوسکے خلاف کرتے ہیں ہماری حکم کی ہوئی اور منع کی ہوئی باتوں پر بالکل نہیں چلتے نہ قول میں نہ فعل میں نئی نئی باتیں اور کام اپنی طرف سے گھڑ لیے ہیں اور اونکو ہماری خوشی کا سبب جانتے ہیں۔ ہزاروں مثالیں اسکی ہیں جیسے سوئم چہلم وغیرہ۔ مشہور حدیث ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ترجمہ۔ کاموں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اب دیکھیے کہ جو کام رواج پارہے ہیں اونمیں نیت کیا ہے۔ صرف ریاکاری اور برادری کو دکھلانا کہ ہمنے فلانے کی موت

ایسی کی۔ کہا کرتے ہیں ارے میاں روپیہ دو روپیہ کے چنوں کے لئے نک کٹی کراتے ہو۔ معلوم ہوا کہ
صرف نک کٹی کا خیال اسکا سبب ہے۔ جب اس کام میں صرف نیت ریاکاری کی ہے تو ثواب کیسا۔
اور جب کرنیوالے کو ثواب نہوا تو جسکو بخشتا ہے اوسکو کیا چیز پہونچے گی۔ اور جو کوئی اس سے منع کرے
تو کہتے ہیں کہ واہ صاحب ثواب پہونچانے سے منع کرتے ہیں۔ سو یہ بات نہیں ہے بلکہ منع کرنیوالا
ایک صورت سے منع کرتا ہے اور دوسری صورت ثواب پہونچانیکی بتلاتا ہے۔ مثال اسکی یہ ہے کہ
جیسے اسوقت حج بمبئی[ل] کے راستہ سے منع ہوگیا اور چاٹگام سے اجازت ہے۔ وہ دوسری صورت
ثواب پہونچانے کی یہ ہے کہ جتنا روپیہ سویم وچہلم وغیرہ میں خرچ کرتے ہو محتاج بیواؤں کو چھپاکر
دیدو۔ دیکھو کتنا ثواب ہوتا ہے مگر بڑا خیال تو یہ ہے کہ برادری کیا کہے گی۔ چار چار دانہ برادری کو ملنے
چاہئیں تاکہ شہرت ہو جاوے چاہے بھلا ایک کا بھی نہو۔ لوگوں نے طرح طرح کے دستور باندھ رکھے
ہیں مثلاً جمعرات کا دن آیا اور مسجد کے مُلا کے پاس حلوے اور مٹھائی کی بھرمار ہو رہی ہے ہفتہ کے
دوسرے چھ دنوں میں تو بیچارے کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ بچی کچی روٹی اور ٹبا ہوا سالن اُس غریب
کے لئے ہے اور آج ساتویں دن آرزو کرتے کرتے یہ دن آیا کہ ایک سالن سے دوسرا سالن اوسکو
ملیگا۔ مگر وہ یوں بیکار ہے کہ ایک دم سے اسقدر آگیا کہ سب کھا نہیں سکتا اور ہفتہ بھر تک رکھا بھی
نہیں جاسکتا کیونکہ بگڑ جائیگا۔ مُلا بیچارہ اوسکو سکھاتا ہے اور پھنکی بناکر نگلتا ہے اور جو چیز سُکھانیکے
لائق نہیں جیسے حلوا اور تر چیز وہ اوسکو محلہ والوں سے چھپاکر بیچدیتا ہے۔ خیال تو کیجئے کہ اوسکی
نیت بگڑی اور آپکا مال برباد گیا۔ اگر بجائے اسکے کہ جمعرات ہی کو خیرات کریں دوسرے دنونمیں
بھی کوئی نئی چیز اوسکے پاس بھیجدیا کرتے تو اوسکی نیت نہ بگڑتی اور نہ سُکھانیکی نوبت آتی۔ یا یہہ
دستور ہے کہ مُردہ کے کچھ کپڑے اور جانماز وغیرہ اذان دینے والے کو دیجاتی ہے اور اُن کپڑوں کو
دینے کا دستور اسطرح تاکید سے ہے کہ چاہے گھر میں اوسکے سوا اور کچھ سامان نہو اور گھر کے بچے ننگے ہی
رہجاویں مگر رسم کے خلاف نہو حالانکہ ترکہ میں وہ کپڑے بھی داخل ہیں۔ اور مُردہ کا چھوڑا ہوا مال جسکو
ترکہ کہتے ہیں سب وارثوں میں مشترک ہے۔ بعض وارث نابالغ ہوتے ہیں اوسکے مال میں خیرات کرنا حرام ہے
بعض غائب ہوتے ہیں بعض کا دینے کو جی نہیں چاہتا اور کپڑوں کا اچھا پن دیکھکر لالچ آتا ہے۔ مگر مجبوراً

ل بوجہ طاعون کے ایسا ہوا تھا پھر اجازت سرکاری ہوگئی۔

مردہ کی قبر پر قرآن شریف پڑھوانا اور موذن کی ذلت

دیئے جاتے ہیں ورنہ برادری والے دیکھکر کہیں گے کہ دیکھو مُردہ کے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ اور اگر کپڑے قیمتی ہیں اور پہونچے موذن کے پاس تو یوں اونکا ناس ہوا کیونکہ وہ اونکی قدر نہیں جانتا بازار میں لیجاکر جن داموں بکیں بیچڈالتا ہے۔ صاحبو اگر یوں صورت کیجاتی کہ اونکو تقسیم کرکے جو بالغ موجود ہیں وہ اپنا حصہ بخوشی بیچکر قیمت خیرات کردیتے اور نابالغوں کا حصہ حفاظت سے رکھ لیا جاتا تو کیا اچھی بات تھی۔ یا بچوں کو پہننے دیتے تو کیا جرم تھا۔ یا بعض جگہ دستور ہے کہ مُردہ کی قبر پر چالیس روز تک قرآن شریف پڑھواتے ہیں اور کچھ اُجرت حافظ کو دینی پڑتی ہے اور اُتنے دنوں کا کھانا بھی ملتا ہے۔ اِسکے بارہ میں سُنیئے۔ وہ یہ کہ قرآن شریف پڑھکر اُجرت لینا حرام ہے۔ یہ مسئلہ فقہ یعنی مسئلوں کی کتاب میں لکھا ہوا ہے اور قرآن شریف پڑھانے میں جو جائز ہونیکا فتویٰ دیا گیا ہے تو اس ضرورت سے کہ لوگوں کو یوں تو پڑھانے کا شوق رہا نہیں اگر پڑھانے کی تنخواہ کو بھی منع کردیا جاوے تو قرآن شریف کے ضائع ہوجانیکا ڈر ہے۔ اور مُردہ کی قبر پر نہ پڑھوانے سے یہ ڈر ہی نہیں اس لئے وہ حرام ہی رہیگا۔ ظاہر ہے کہ جب بدلہ لیکر قرآن شریف پڑھا گیا تو پڑھنے والے ہی کو ثواب نہوا پھر مُردہ کو کیا چیز بخشیگا اس لیئے یہ اُجرت آپکی برباد گئی اور حافظ صاحب کے دل پر جو کچھ اثر ہوا وہ الگ۔ وہ ہر وقت منتظر رہتے ہیں کہ کوئی مرے۔ اور جہاں جنازہ دیکھا اور اطمینان ہوا کہ اب چالیس روز کا سہارا تو ہوا۔ اور چِلّہ جوں جوں ختم ہوتا جاتا ہے دوں دوں دعا مانگتے جاتے ہیں وہ مثل ہے کہ مرے موٹا اور بھرے لوٹا۔ صاحبو یہ ساری خرابیاں کاہے سے پیدا ہوئیں صرف پابندی رسم سے۔ اگر آپ صاحب حافظ جی کو یوں ہی کبھی دعوت کرکے عمدہ کھانا کھلا دیا کرتے اور اپنے کپڑوں میں سے کبھی کپڑا دیدیا کرتے تو کیوں وہ تمھارے مرنے کو تکتے۔ مگر حالت یہ ہے کہ بجز موقعہ موت کے اونکی کوئی بات بھی نہیں پوچھتا اور خاصکر موذن تو نوکروں چاکروں سے بھی زیادہ ذلیل سمجھ رکھا ہے۔ نہ معلوم اسطرف یہ بات ہو یا نہیں ہمارے قصبات میں تو محلّہ کا پانی تک اُس سے بھرواتے ہیں۔ یوں دستور ہے کہ اگر کسیکے مکان سے اصیل یا ماما مسجد کے کنوئیں پر گھڑا بھرنے کو لائے اور موذن موجود ہو تو اچھا تو یہ ہے کہ وہ گھڑے کو بھر کر مکان تک پہونچا آئے اور کم از کم اتنا تو ضروری ہے کہ اپنے ہاتھ سے بھر کر اوس اصیل کو دیدیں بیچارے کو سینکڑوں گھڑے بھرنے پڑتے ہیں۔ کیا وہ محلہ والوں کا نوکر ہے۔ اگر اوسکو روٹی دیتے ہو تو وہ اذان بھی تو کہتا ہے۔ اور اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ مسجدوں میں طالبعلم رہا کرتے ہیں

دہ پڑھیں یا تمھارے گھڑے بھریں۔ اور ایسے ہی بہت سے رواج اس قسم کے ڈال رکھے ہیں کہ صدہا خرابیوں کے باعث ہوتے ہیں۔ وجہ اسکی کیا ہے کہ اونکی خرابیوں پر نظر نہیں اور اسی واسطے اونکی درستی کو ضروری نہیں سمجھتے۔ اس بات کا خیال نہیں کہ ان کاموں پر بھی قیامت کو حساب ہوگا۔ اسکا خیال رکھو اور مولویوں کے پاس بیٹھو اور اُن سے لگاؤ پیدا کرو اور اپنی باتوں اور فعلوں کی اونسے پُوچھ پُوچھکر درستی کرو۔ پُوچھنے میں شرم ہرگز نکرو۔ جب اونسے پوچھوگے تو ضرور کوئی شکل نکلیگی۔ اونکے پاس پہونچوگے تو خدا تعالیٰ کے پاس پہونچوگے اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے۔ مگر ناقص صحبت سے بچنا چاہیئے۔ خیر ضرورت کیواسطے مضائقہ نہیں۔ میل جول بلا ضرورت نچاہیئے۔ اللہ والوں کی صحبت سے ضرور نفع ہوتا ہے۔ لوگوں کو خیال یہ ہوا کرتا ہے کہ صاحب ہم فلانے بزرگ کے پاس بیٹھے تو کچھ کلل نہ ہوا۔ پہلی دفعہ میں جوش تک بھی نہوا۔ یہ غلطی ہے۔ یہ سمجھ لیجئے کہ صحبت کا اصل اثر یہ ہے کہ دُنیا کی محبت گھٹ جائے اور اللہ میاں کی محبت بڑھ جائے۔ پھر کبھی نفس کی حالتوں کا غلبہ بھی اوسکے ساتھ پایا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا حال سُنا ہوگا کہ پیر کی بات سُنکر پچھاڑ کھاکر گر پڑے۔ لوگوں کے نزدیک یہی بڑا اثر ہے۔ جہاں یہ پایا جاوے وہی مجلس اچھی سمجھی جاتی ہے۔ عام لوگ کہا کرتے ہیں کہ میاں گانا سُننا تو وہ چیز ہے کہ سانپ کو بھی مست کر دیتا ہے۔ میں کہتا ہوں یہی دلیل ہے کہ یہ خاص حالت لائق اعتبار نہیں کیونکہ لائق ماننے کے وہ حالت ہو کہ انسان ہی میں پائی جاوے اور میں نہیں اور جب سانپ کو اُس سے اثر ہوا تو معلوم ہوا کہ گانا سُننے سے ایسی کیفیت ہوتی ہے جو انسان میں بھی اور دوسرے حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے اس لئے کوئی کمال نہوا۔ انسان کا خاص کمال تو وہ ہو کہ تمام خلقت پر بڑھ جائے بلکہ فرشتوں پر بھی۔ وہ کمال یہی ہے کہ اللہ میاں کی پوری تابعداری اور نفس کی درستی پیدا ہو۔ ہاں اگر تابعداری کیساتھ جوش کی حالت بھی پیدا ہو جائے اور اچھا ہو کیونکہ یہ نفس میں تیزی پیدا کرتا ہے اس لئے تابعداری پر مددگار رہتا ہے جیسا کہ انجن میں آگ کہ گاڑیں بدون آگ کے ڈھکیلنے سے بھی چلتی ہیں مگر آگ سے خوب تیز چلتی ہیں۔ غرض اصل مقصود تابعداری اور خدا کی نزدیکی ہے اگر بھڑک نہیں ہے پڑی مت ہوا اور جو دونوں ہوں تو یہ بہتر اور اچھا ہو۔ لوگ صحبت کا اثر چاہتے ہیں مگر اکثر لوگ آداب صحبت کو جانتے بھی نہیں صحبت کے جو طریقے ہیں وہ اختیار کیجئے پھر دیکھئے کہ اثر ہوتا ہے یا نہیں۔ طرح طرح کے بکھیڑے لیکر پیروں کی خدمت میں جاتے ہیں

اللہ والوں کی صحبت کا اثر

سماع کا اثر

صحبت کا ادب نگاہ رکھنے سے ضرور اثر ہوتا ہے

کوئی مقدمہ کے واسطے دعا کراتا ہے کوئی اولاد کو چاہتا ہے۔ اللہ میاں کا چاہنے والا کبھی کوئی ہو بیہودں کے
پاس سوائے ضروری بات کے کچھ بات نہ کیجاوے۔ اگر وہ خود ہی دنیا کی بات کریں تو یہ سمجھو کہ انتہا کو
مرتبہ پر پہونچنے والے کو اس سے نقصان نہیں ہوتا اور تم ابتدائی حالت میں ہو اسلئے تمکو نقصان
ہوگا۔ لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی بات پوچھنے کی ہو تو یوں گمان کر رکھا ہے کہ ہم جاکر بیٹھتے ہیں اونکو
پوچھنا نچاہیے پیر خود بیان کریں۔ صاحبو اول تو یہ بات کشف سے ہوتی ہے اور کشف ہمیشہ اختیار
میں نہیں۔ اور مان لو کہ اونکو کشف بھی ہوگیا تو یہ کیا ضرور ہے کہ وہ تمھاری بات کا جواب بھی دیں جب
تم حاجت والے ہو کر پوچھنے سے بے پرواہ ہو تو وہ اگر بے پرواہ ہوں تو کیوں مجبور کئے جاویں۔ پھر یہ ہے
کہ تمھارے پوچھنے سے اونکی شفقت اور مہربانی تمھارے اوپر زیادہ ہوجائیگی۔ ضرور پوچھو۔ جب وہ
بدون تمھارے پوچھے یہ چاہتے ہیں کہ تمکو معلوم ہوجاوے اور تمھیں نیک بختی حاصل ہو تو تمھارے پوچھنے
سے اور زیادہ مہربانی کرینگے۔ میں نے اس مضمون کو لمبا چوڑا اس لئے بیان کیا کہ میں تاکید سے کہتا
ہوں کہ مولویوں کے پاس آنا جانا اختیار کرو اور اپنی حالت کو درست کرو اور عالموں سے پوچھنے
میں شرم نکرو۔ ایک بات بہت مفید یہ ہے کہ حساب کا مراقبہ کیا کرو۔ جسکی صورت یہ ہے کہ کوئی وقت
مقرر کر کے تنہائی میں یہ خیال کیا کرو کہ میں اللہ میاں کے سامنے کھڑا ہوں اور عمل تولنے کی ترازو
بھی موجود ہے اور میرا حساب ہو رہا ہے اور پلصراط سامنے کھڑا کر کے اوسپر چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر
دیکھنا کہ تم سے گناہ کیسے ہوتے ہیں ہرگز نہیں ہونگے۔ اور اللہ میاں کا خوف دل میں پیدا ہوگا اور شریعت
پر چلنا دشوار نہ رہیگا۔ جب شریعت پر چلنے لگے تو پلصراط پر چلنا کوئی بات نہیں۔ بڑے درجہ کے
علما کے نزدیک پلصراط ایک صورت ہے شریعت کی اس لئے سالک یعنی شریعت پر چلنے والا دنیا
میں پلصراط پر چل رہا ہے۔ اس لئے قیامت میں کوئی دشواری نہ رہے گی۔ اور اپنے حال کو ہر وقت
درست رکھو نہ معلوم کسوقت اللہ میاں کی طرف سے بلاوا ہوجاوے۔ حال کے درست ہوجانیکی
علامت یہ ہے مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ جو شخص ایسا صاف ہو کہ اللہ میاں
کے پاس جانے سے اوسکو اندیشہ نہ ہوتا ہو تو اللہ میاں بھی اس سے خود ملنا چاہتے ہیں۔ اور
یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ عمل ٹھیک ہوں۔ حدیث شریف میں ہے اَحْسِنُوا الظَّنَّ بِرَبِّکُمْ ترجمہ
اللہ میاں سے اچھا گمان رکھو۔ اور تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ گمان اوسکا درست ہوتا ہے جسکے

ضروری بات پوچھنے سے شرم کرنا نہ چاہئے اور مراقبہ کا بیان جو بہت مفید ہے

عمل ٹھیک ہوں۔ اِس صورت میں حدیث کے یہ معنی ہوئے کہ اَحْسِنُوْا الْعَمَلَ یعنی عمل کو ٹھیک کرو کہ وہ سبب ہو اللہ میاں سے اچھا گمان رکھنے کا۔ اور یہ معنی تھوڑے ہی ہو سکتے ہیں کہ بُری عمل کئے جاؤ اور خیال اچھا جماتے رہو۔ یہ تو دھوکہ ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ایسا حال بنالو کہ جب سوچو موت بُری نہ معلوم ہو۔ اور موت کا وقت مقرر نہیں اِس لئے ہر وقت حال ٹھیک رکھنا ضروری ہوا کیونکہ شاید یہی آخری سانس ہو اسواسطے ہمکو ہر وقت طیّار رہنا چاہئے۔ **تنبیہ** وعظ ختم ہوا اور لوگوں نے دعا مانگی فقط

سِلسلہ تسہیل المواعظ کا دوسرا وعظ مسمّٰی بہ

حاضری کا خوف

(مُنتخب از وعظ حصّہ دوم اشرف المواعظ حصّہ اوّل)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى

ترجمہ۔ جو شخص کہ ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے اور روکا نفس کو خواہش سے تو اوسکا ٹھکانا جنت ہے۔ یہ آیت سورت والنازعات کی ہے۔ اِسمیں حق سبحانہ تعالیٰ نے ایک ایسی چیز کے حاصل کرنیکا طریقہ بتایا ہے جسکو ہر شخص چاہتا ہے اگر ذرا بھی کسی کو اوسکی خبر ہو جاوے تو وہ عاشق ہو جاوے پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ کسی چیز کی خواہش جب ہی معتبر ہوتی ہے کہ جب اوسکے ذریعوں میں کوشش کیجائے۔ جو شخص کسی چیز کا طالب ہو مگر اوسکے ذریعے بہم نہ پہونچاوے تو اوسکو اُس چیز کا طالب نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً کوئی مالدار ہونا چاہے تو مال حاصل ہونے کے ذریعوں کا بہم پہونچانا اوسکے ذمہ ضروری ہے جب اُس سے کہتے ہیں کہ اُن علموں کو حاصل کر جو روپیہ کمانے کے لئے ضروری ہیں پھر کسی واقف کار کی

کسی چیز کی خواہش جب ہی معتبر ہے جب اوسکے ذریعوں کو بہم پہونچاویں ورنہ نری ہوس ہی ہوس ہے اوسکے لئے کئی مثالیں۔

صحبت میں رہ تاکہ اُن علموں پر عمل یعنی کمائی کرنے میں مہارت ہو پھر کوئی کام شروع کر اور آمدنی اور خرچ کا حساب رکھ کہ خرچ آمدنی سے کم رہے تاکہ کچھ بچے اور تھوڑا تھوڑا جمع ہو کر ایک رقم ہو جاوے اور تو مالدار ہو جاوے تو وہ یوں کہتا ہے کہ واہ صاحب مجھ سے علموں میں محنت نہیں ہوتی کسی کے نخرے نہیں اوٹھائے جاتے - اور پابندی کا بوجھ اپنے اوپر کیوں لُوں اور خرچ کو ایک حد میں کر کے دل کو کیوں ماروں جتنا جی چاہیگا اوتنا خرچ کرونگا - تو ایسے شخص کو مالدار ہونے کا طالب نہیں کہہ سکتے ایسے آدمی کو بوالہوس[1] کہتے ہیں - یا مثلاً کوئی شخص جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب لینا چاہتا ہے مگر اُن راستوں کو نہیں چلتا جن سے جامع مسجد میں پہونچے اور قدم نہیں بڑھاتا تو یہ شخص جامع مسجد میں کیسے پہونچیگا اور کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ جامع مسجد کے ثواب کو چاہتا ہے ہرگز نہیں - یا کوئی شخص چاہتا ہے کہ غلہ اوس کے پاس آوے اور جب اُس سے کہتے ہیں کہ کھیتی کر زمین میں بیج ڈال پانی دے کھیت کی حفاظت کر تو یوں کہتا ہے کہ کون کھیتی کرے اور بیچائی کس سے ہو سکتی ہے کون گھر چھوڑ کر حفاظت کے لئے جنگل میں پڑے - مجھے تو بس غلہ چاہئے - تو ایسا شخص احمق ہے اور غلہ کا طالب نہیں - اور یا جیسے کوئی اولاد چاہے اور جب اُس سے کہیں کہ نکاح کر اولاد ہوگی تو وہ یوں کہتا ہے کہ کون بکھیڑے میں پڑے - نکاح میں ایک رقم خرچ کروں پھر روٹی کپڑا بیوی کا میرے ذمہ ہو - مکان کی ضرورت پڑے اور طرح طرح کی مصیبتیں کون مول لے میں نکاح تو کرنے کا نہیں بس لڑکا چاہتا ہوں - تو ایسا شخص احمق ہے کیونکہ اللہ میاں نے تو اس خاص کام کو اولاد کے لئے ذریعہ رکھا ہے جو اسکو اختیار کریگا اولاد ہوگی - اور جیسے کوئی چاہے کہ پیٹ بھر جاوے اور اُس سے کہیں کہ کھانا کھاؤ لقمہ چباؤ اور نگلو پیٹ بھر جائیگا تو یوں کہتا ہے کہ میں تو یہ نہیں کرنے کا - ظاہر ہے کہ ایسا شخص احمق اور بے وقوف ہو - خلاصہ یہ نکلا کہ کسی کام کا طالب اگر ذریعوں کو بہم پہونچائے تو طالب ہے ورنہ بوالہوس - اب تعجب یہ ہے کہ یہ قاعدہ دُنیا کے کاموں میں تو ہر کس و ناکس واقفکار اور جاہل بڑے اور چھوٹے سب کے نزدیک مانا ہوا ہے کہ جس چیز کا حاصل کرنا منظور ہو تو اوسکے ذریعوں کا بہم پہونچانا ضروری ہے - مگر جب دین کا معاملہ آتا ہے تو بڑے بڑے سمجھدار لوگ بیوقوف بنجاتے ہیں وہاں مقصود کی زبانی طلب کو طلب کہنے لگتے ہیں اور دل میں اطمینان رہتا ہے کہ ہم بڑے طالب ہیں اور اِس طلب پر نتیجہ ضرور ہوگا - اگر یہ دین کے معاملہ میں ٹھیک ہو تو اسکو بھی ماننا چاہیے کہ زبانی اولاد اولاد

دنیا کے بارہ میں تو اس قاعدہ کو مانتے ہیں مگر دین کے معاملہ میں بے وقوف بنجاتے ہیں۔

[1] نری ہوس رکھنے والا ۱۲ منہ

کہنے والا بھی بچہ کا طالب ہو۔ اور امید رکھنی چاہیے کہ ایسے شخص کے اولاد ہوگی (معلوم نہیں کسطرح ہوگی شاید مرد کے بچہ پیدا ہوگا) حالانکہ فرق کی کوئی وجہ نہیں کہ دنیا میں تو ذریعوں کو دخل ہو اور آخرت میں نہو۔ بلکہ غور سے دیکھا جاوے تو معاملہ اسکے خلاف ہے وہ یہ کہ دنیا کے اسباب کو اتنا دخل اپنے مقصدوں میں نہیں ہے جتنا کہ آخرت کے اسباب کو اپنے مقصدوں میں دخل ہے یعنی دنیا کے ذریعے بہم پہونچانے سے یہ ضرور نہیں کہ مقصد حاصل ہو ہی جاوے بخلاف آخرت کے کہ اوسکے اسباب بہم پہونچانے سے ضرور نتیجہ پیدا ہوگا۔ چنانچہ دلیلیں اور واقعات اسکو ثابت کر رہے ہیں۔ دیکھیے کہ قرآن وحدیث میں کہیں نہیں آیا کہ دنیا کے اسباب جمع کرنے پر ضرور مقصد حاصل ہوگا اور تجربہ اور واقعات کو بھی یہی بتلاتا ہے چنانچہ اکثر وقت کھیتی کرتے ہیں اور ایک دانہ بھی نہیں پیدا ہوتا۔ یہی حال عزت و آسودگی کا ہو کہ بہت سی تدبیریں کرتے ہوئے عمر گذر جاتی ہے مگر غریبی ہی رہتی ہے اور کبھی بے تدبیر آدمی مالدار ہو جاتا ہے۔ اگر لوگ غور کرینگے تو یہ کبھی نہ کہیں گے کہ عزت و مالداری تدبیر پر ہے۔ میں نے خود ایسی صورتیں دیکھی ہیں کہ جنکی اوقات کسی وقت میں دو آنہ کی تھی آج وہ لکھ پتی ہو گئے۔ اگر آپ کہیں کہ انھوں نے تدبیر سے اسقدر مال حاصل کیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ آپ اونکے پاس جائیے اور اول سے آخر تک اونکی عمر کے حال لکھیے اور اونکی ساری تدبیریں بھی لکھیے کہ پہلے اونکے پاس دو آنہ تھے اونھوں نے فلانا سودا خریدا اور صبح سے شام تک پھیرے کرکے بیچا اوسمیں ایک آنہ نفع ہوا ایک آنہ میں سے آدھا کھایا اور آدھا اصل میں شامل کیا اور اگلے دن ڈھائی آنہ کا سودا لیکر پھیری کی ساڑھے تین آنہ یا چار آنہ ہو گئے اسی طرح اصل مال بڑھتا گیا یہانتک کہ جب آنوں کے روپیہ ہو گئے تو کچھ بچانے لگے۔ جب ایک رقم کافی جمع ہو گئی تو جائداد خرید لی پھر اوسکی آمدنی کو ضرورت کیموافق خرچ کیا اور کچھ خزانہ میں رکھتے گئے یہانتک کہ بڑھتے بڑھتے ایک لاکھ تک نوبت پہونچی۔ لکھ پتی ہو گئے۔ اوس شخص کے اس بیان کو خوب تفصیل سے لکھیے بلکہ جو باتیں اس مدت میں اوسکو پیش آئی ہیں تاریخوار لکھ لیجیے اور آپ بھی ایسا ہی کیجیے جیسا اونھوں نے کیا۔ میں کہتا ہوں کبھی بھی تو ان تدبیروں سے آپ اونکی برابر نہیں ہو سکتے۔ اسکی کیا وجہ کہ تدبیر سے اوس نے حاصل کیا اور تم نہیں کر سکتے۔ وجہ اسکی یہی ہے کہ سب کچھ اللہ میاں کے حکم سے ہوتا ہے۔ بس ثابت ہو گیا کہ دنیا کے اسباب پر ہمیشہ اللہ میاں نتیجہ مرتب نہیں فرماتے۔ اب آخرت کو لیجیے تو اوسکے اسباب جمع کرنے پر نتیجہ پیدا ہونا یقینی ہے

ف: دنیا کے اسباب کو مقاصد میں اتنا دخل نہیں جتنا کہ آخرت کے اسباب کو دخل ہے۔

ف: عزت و مالداری تدبیر پر منحصر نہیں

ف: آخرت کے اسباب پر نتیجہ پیدا ہونا یقینی ہے

چنانچہ دیکھیے فرماتے ہیں وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ وَسَعٰی لَھَا سَعْیَھَا وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعْیُھُمْ مَّشْکُوْرًا ۔ یعنی جو کوئی آخرت کا طالب ہو اور کوشش کرے تو اوسکی کوشش برباد نجائے گی بلکہ ایک اور آیت میں فرماتے ہیں نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ یعنی اوسکا نتیجہ عمل کیموافق ہی نہیں زیادہ دیا جائیگا۔ دیکھ لیجیے کہ وعدہ کے یقینی ہونے سے نتیجہ پیدا ہونا ضروری اور یقینی ہوا یا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ میری بات ثابت ہوگئی کہ دنیا کے اسباب پر نتیجہ پیدا ہونیکا کہیں وعدہ نہیں اور اسباب آخرت کیلیے وعدہ ہے۔ پھر تعجب ہے کہ دنیا میں جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں اکثر یہی ہے کہ جتنا چاہتے ہیں ملتی ہی نہیں مگر پھر ذریعے جمع کرنے سے غفلت نہیں کیجاتی اور غفلت کرنے والے کو احمق سمجھتے ہیں اور آخرت میں اتنا ملتا ہے جسکا ارادہ بھی نہیں ہو سکتا مگر ذریعوں سے غفلت ہے اور غفلت کرنے والے کو کوئی احمق نہیں کہتا چنانچہ اللہ میاں فرماتے ہیں فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ ترجمہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اوسکے واسطے کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ اور حدیث قدسی میں فرماتے ہیں اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصّٰلِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ ترجمہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں طیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں نہ اونکا خیال کسی انسان کے دل میں گذرا۔ حالانکہ خیال بڑی وسیع چیز ہے مگر حدیث کی رو سے وہ چیزیں اسباب آخرت جمع کرنے پر ملینگی جو خیال میں بھی نہ آسکیں۔ اب سوچئے کہاں تک سوچیں گے۔ جمال۔ باغ۔ نہریں۔ خدمتگار کھانے پینے کی چیزیں وغیرہ۔ جہانتک بھی آپکا خیال پہونچے۔ پھر ایک صورت یہ نکالیے کہ خیال سے بھی باہر ہو اور عقل اوسکے دریافت کرنے سے عاجز ہو۔ وہ آخرت میں ملیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور ایک چیز وہاں وہ ہے کہ اوسکا لفظ ہی قرآن وحدیث میں سنا ہے اوسکی حقیقت تو عقل میں آہی نہیں سکتی وہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا دیدار ہے جو جنت میں سب سے بڑی نعمت ہوگی۔ غرض آخرت کے اسباب جمع کرنے پر نتیجہ پیدا ہونا یقینی ہوا مگر دنیا کے اسباب پر نہیں تو جو شخص اسباب تو جمع نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں طالب جنت ہوں آپ کیسے اوسکو طالب کہا جا سکتا ہے۔ اسیواسطے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ تعجب ہے جنت سے کہ اوسکا طالب کیسے سوتا ہے۔ جب ثابت ہوگیا کہ جنت کے حاصل کرنے کیلیے اوسکے ذریعوں کا جمع کرنا ضروری ہے تو جو آیت شروع میں میں نے پڑھی تھی اوسمیں حق سبحانہٗ

تعالیٰ نے جنت کی طلب کا ذریعہ بنایا ہے جسکے ملنے کی سب کو چاہت ہے۔ یہاں ایک بات اور قابل بیان ہے کہ آیت سے تو جنت کا طلب کرنا ثابت ہوتا ہے اور اولیاء اللہ میں بعض ایسے گذرے ہیں جنکے کلام میں یہ موجود ہے کہ نہ ہمکو جنت کی طلب ہے، نہ دوزخ کا ڈر۔ اس صورت میں یہ اعتراض ہوگا کہ یا تو جنت کی طلب نہ چاہیئے یا وہ لوگ قرآن کے خلاف ہیں۔ جواب اسکا یہ ہے کہ اس قسم کی حکایتیں اہل حال کی ہیں وہ حضرات اسمیں معذور تھے۔ ایسی باتیں کوئی جذب نہیں کہہ جاوے۔ جان بوجھکر کہنا یا اسکو کمال سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ خوب یاد رکھئے کہ جذب کوئی کمال نہیں اور نہ وہ اختیار میں ہے۔ جو لوگ اختیار سے ایسی باتیں کہتے ہیں وہ کسی درجہ میں بھی شمار نہیں۔ چنانچہ اس زمانہ میں یہ حال ہے کہ جو کوئی واہی تباہی باتیں بکتا ہو اوسکو بڑا پہونچا ہوا سمجھتے ہیں یوں کہا کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ مست ہیں۔ ایسی باتوں میں اہلِ حال تو معذور تھے اور جو جان بوجھکر کرتے ہیں وہ معذور نہیں ہیں آیتوں اور حدیثوں میں صاف طور سے جنت کی طلب موجود ہے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسْئَلُكَ الجنة وما قرب الیها من قولٍ او عمل۔ اے اللہ میں آپسے جنت مانگتا ہوں اور وہ کام کہ جو مجکو اوسکی طرف قریب کردے خواہ قول ہو یا عمل۔ ان حکموں کو دیکھکر کسیکو کیا منصب ہے کہ جان بوجھکر ایسا کہے البتہ اہلِ حال معذور تھے۔ اور اب تو لوگوں میں حال ہی نہیں رہا نقل ہی نقل رہ گئی ہے۔ مجکو ایک شخص اسی سفر میں ملے کہ وہ کچھ مال کی مدد چاہتے تھے لمبی لمبی باتیں کرنے لگے کہ کیا پرواہ ہے جنت کی اور کیا خیال ہے دوزخ کا۔ میں نے کہا کہ میاں بیٹھے بھی رہو چار روپیہ کے لئے تو گھر چھوڑے پھرتے ہو جنت کی طرف توجہ بھی نکروگے۔ خلاصہ یہ کہ لوگونکا خیال ہر حال میں یہ ہے کہ جنت کی طلب ہے نہ طلب کرنے کا درجہ بڑھکر ہے حالانکہ غور کرنے سے اسکا خلاف ثابت ہوتا ہے کہیں آیات واحادیث میں اسکا ثبوت نہیں ملتا کہ نہ طلب کرنا اچھی چیز ہے بہت سے بہت یہ کہہ سکتے ہیں کہ نہ طلب کرنیوالا معذور ہے۔ سو معذوری میں فضیلت کہاں۔ ذرا سی بات میں وجد میں آجانا ڈھاڑیں مارنا عاجزوں کا کام ہے جو کمال والا ہے اوسکو حال نہ آنسو ٹپکا سکتا ہے نہ اوسکے بدن میں حرکت پیدا کرسکتا ہے نہ اوسکی زبان سے بے ساختہ باتیں نکلوا سکتا ہے۔ چنانچہ شاہ عبد الحق صاحب دہلوی فرماتی ہیں۔ منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد اینجا مردانند کہ دریاہا فرو برند و آروغ نزنند۔ ترجمہ منصور بچہ تھا کہ ایک قطرہ سے شور مچا بیٹھا یہاں مرد ہیں کہ دریا پی جاویں اور ڈکار نہ لیں۔ یہ یاد رکھئے کہ جب

ف: آیت عمل و حدیث سے طلب جنت کا ثبوت اور بعض بزرگوں کے قول کا ان آیات کے خلاف ہونا اور اسکا جواب

ف: اب تو بزرگوں کی نقل رہ گئی ہے

اُدھر سے ہی جنت کی طلب کا حکم ہے تو طلب نکرنا حکم سے باہر ہونا ہے۔ اطاعت کرنیوالا تو اطاعت میں ایسا محو ہوتا ہے جیسے کسی کو شراب پلادیں کہ اوسکو پیکر آدمی سب طرف سے بیخبر ہو جاتا ہے۔ بعض ناواقف اعتراض کرتے ہیں کہ اگر نماز میں محویت ہو جائے تو رکوع اور سجدے کیسے ہوں۔ جواب یہ ہے کہ محو ہونے کے معنی یکطرفی کے ہیں کہ اوسمیں صرف اللہ میاں کی طرف خیال ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں عبادت بہت اچھی ہوگی رکوع و سجدہ نہونا کیا معنی۔ عام لوگ محو ہونا اسے سمجھتے ہیں کہ واہی تباہی باتیں زبان سے نکالدیں یا آیندہ پیش آنے والی باتوں پر دعوے سے حکم لگادیں۔ اسکو بڑا کمال سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ میاں پر ایسا ناز ہے کہ جو مُنہ سے نکلگیا وہ پورا ہوکر رہتا ہے۔ اِسکا انکار نہیں کہ دعا قبول ہوتی ہے مگر ہر چیز کو مانگ بیٹھنا اور دعوے سے حکم لگا دینا اونھیں سے ہو سکتا ہو جو بیخود ہیں۔ یہ محو ہونا لائق تعریف نہیں ہو۔ یہ تو معلوم ہو گیا کہ جنت کی طلب فرض اور اوسکے لیے حکم ہے۔ اب وہ بات یاد ہوگی کہ ذریعہ کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ جب جنت ہر شخص کی مطلوب ہے تو اوسکے ذریعوں کی طلب بھی ہر ایک کے ذمہ ہو ورنہ وہی نری ہوس ہوگی۔ تو جو آیت شروع وعظ میں پڑھی تھی اوسمیں اُس ذریعہ اور طریق کو بیان کرتی ہیں کہ وہ کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ۔ سبحان اللہ بادشاہوں کا کلام بھی تمام کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے۔ جیسے اللہ میاں ہیں ویسا ہی اونکا کلام ہے۔ جنت سی چیز کے لئے جسقدر بھی ذریعے اور طریقے طلب کے ہوتے کم تھے مگر حق سبحانہ تعالیٰ نے ایک ایسی بات بتادی جیسے گر ہوتا ہے یہ ظاہر ہے کہ جسکو کسی چیز کا گر معلوم ہو جائے تو اوسکو بڑی آسانی ہو جاتی ہے چنانچہ بنیوں کو دیکھئے کہ کتنی جلدی حساب لگا لیتے ہیں وجہ یہی ہو کہ اونکو گر یاد ہوتے ہیں۔ گر کا حاصل یہ ہے کہ بہت سی چیزوں کا یاد رکھنا انسان کو مشکل اور دقت طلب ہوتا ہے اس لئے ایک قاعدہ اوسکے لئے مقرر کر دیا جاتا ہے کہ اُس قاعدہ پر عمل کرنے سے کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ مثال اوسکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے نوکر کو محفل کے دروازہ پر بٹھادے اور کہدے کہ غیر آدمیوں کو اندر نہ آنے دینا تو اسکا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ زید عمر و بکر خالد وغیرہ کے ایکسو نام لکھکر دیے جاویں کہ ان میں سے جو کوئی آئے تو اندر نہ آنے دینا۔ اسمیں بڑی دقت ہے کہ ایک فہرست بنانی ہوگی پھر آنیوالوں کے نام پوچھنے پڑینگے۔ ہر دفعہ ساری فہرست دیکھنی پڑیگی۔ ہر آنے والے کو کچھ دیر ٹھہرنا ہوگا۔ آسانی اسمیں ہے کہ سیدھا یوں کہدے کہ جسکو تو نہ پہچانتا ہو اوسکو نہ آنے دینا۔ گویا یہ گر ہو گیا کہ اسمیں

اعتراض کہ اگر نماز میں محویت ہو تو رکوع و سجدہ کیسے ہوں اور اسکا جواب

آیت میں جنت کے ذریعوں کا گر بیان ہوا ہے جس میں نہایت آسانی ہے

کوئی دقت نہیں۔ ایسے ہی جنت حاصل ہونے کے لئے بہت سے طریقے ہیں جنکا علٰحدہ علٰحدہ یاد رکھنا نہایت
دشوار تھا اس لئے حق سبحانہ تعالیٰ نے ایک ایسی بات بتادی کہ جب اوسکی رعایت رکھی جاوے تو جو کام
بھی کیا جائیگا تو اوسکو کچھ نہ کچھ دخل جنت کے حاصل ہونے میں ضرور ہوگا۔ اللہ میاں کے کلام کی قدر
اوسی کو آتی ہے جو طالب ہو۔ جب کسی کے جنت پیش نظر ہو تو اوسکو انتہا درجہ کا شوق پیدا ہوگا اور جب
یہ بتایا جاوے کہ اوسکی طلب کے فلاں فلاں طریقے ہیں (بوجہ اسکے کہ جنت بڑی چیز ہے اسلئے اوسکے
طریقے بھی زیادہ ہوں گے) تو وہ شخص بہت سے طریقے دیکھکر گھبرا اوٹھے گا مگر چونکہ شوق انتہا درجہ کا ہو چکا
ہو اس لئے یہ تو ہوگا نہیں کہ چھوڑ بیٹھے بلکہ ایک حالت سخت بیقراری کی ہوگی اگر اس شخص کو کوئی ایسا
گر بتادیا جاوے جو سب طریقوں کو شامل ہو تو اوسکی کیفیت وجد کی سی ہوجاوے گی۔ ایسے شخص کو کلام الٰہی
کی قدر معلوم ہوگی اسی قاعدہ کلیہ کو جسکی تعبیر پہلے گر سے کی ہے فرماتے ہیں واما من خاف مقام ربہ
ونھی النفس عن الھوےٰ فان الجنۃ ھے الماوےٰ۔ اس آیت میں دو کام فرمائے ہیں جو
تمام طریقوں کو جامع ہیں۔ ایک اپنے مالک کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف۔ دوسرا وہی النفس عن الہوےٰ
یعنی اپنے نفس کو خواہش سے روکنا جس شخص کے یہ دونوں باتیں ذہن میں بیٹھ جائیں تو ہر کام میں
اسکی رعایت رکھنے سے بھلے برے میں تمیز آسانی سے ہوجائیگی دیکھئے کتنی سہولت ہوگئی۔ جب آدمی کے
دل میں خوف ہوگا کہ مجھے ہر کام پر اللہ میاں کے سامنے جواب دینا ہوگا تو اوسکو تامل سے کریگا اور
خیال رکھے گا کہ یہ کام کہیں خلاف مرضی حقتعالیٰ نہو۔ اس سے ایک خاص سمجھ بوجھ پیدا ہوگی کہ ہر
برے عمل کو پہچان لیگا اور اس سے بچ جائیگا اور جو سمجھ میں نہ آئیگا تو خوف کیوجہ سے اوسکو مولویوں
سے پوچھیگا۔ اسطرح سے کوئی گناہ اوسکی نظر سے نہ چھوٹے گا۔ اور یہ سمجھ لیجئے کہ خوف اتنا درکار ہے جس سے
گناہ چھوٹ جائیں زیادہ اچھا نہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے ہیں کہ نسئلک من
خشیتک ماتحول بہ بیننا وبین معاصیک۔ اے اللہ ہم تیرا خوف اتنا مانگتے ہیں جو
ہمارے اور ہمارے گناہوں کے بیچ میں پردہ ہوجاوے۔ امید کے ساتھ جو خوف ہو وہ یہی ہے۔
اور اگر خوف ہی خوف ہو کہ امید نہ رہے اور ناامیدی تک نوبت پہونچے تو یہ کفر ہے۔ ایسے بڑھے ہوئے
خوف سے گناہ چھوٹتے نہیں ہیں بلکہ آدمی یہ سمجھکر کہ عبادت سے کیا ہوگا زیادہ گناہوں میں پڑجاتا ہے
چنانچہ میں نے خود ایک شخص کو دیکھا کہ جنپر حد سے زیادہ خوف غالب ہوگیا تھا اور اونکے دیکھنے سے معلوم

ہوا کہ شریعت میں جو خوف کا اوسط درجہ رکھا ہے وہ عین مصلحت ہے وہ یہ کہ ایک وکیل صاحب پہلے
نماز روزہ کے خوب پابند تھے خوف غالب ہوا تو عجیب حالت ہوئی پریشان ہوگئے اونکی یہ کیفیت تھی کہ
زبان سے بات ٹھیک ادا نہیں ہوتی تھی قریب تھا کہ نماز بھی چھوڑدیں۔ اور یہ صورت ایک کتاب کو
بطور خود دیکھکر ہوئی تھی۔ خوب سمجھ لیجئے کہ کتابوں کو خود دیکھنے سے یہ خرابی ہے۔ آجکل لوگ کہتے ہیں کہ
اوستادوں کے نخرے کون اوٹھائے عبارت کتاب کی اُردو ہوتی ہے اوسکے سمجھنے میں کیا دقت
ہے کیونکہ اُردو ہماری مادری زبان ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہی بات ہے تو ہر شخص جس فن کا چاہے
بدون اوستاد کے پورا جاننے والا بن سکتا ہے کیونکہ کتابیں ہر علم کی موجود ہیں حالانکہ تجربہ اس کے
خلاف ہے۔ مثل مشہور ہے کہ جائے اوستاد خالیست۔ اوستاد کی جگہ خالی ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں
کہ اُردو کتابوں کو سبق سبق کرکے اوستاد سے پڑھنا چاہئے خاصکر تصوّف کی کتابوں کو بدون اوستاد
کبھی نہ دیکھے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ خیر۔ اُن وکیل صاحب نے احیاء العلوم کی کتاب خوف کو
دیکھا تھا اور ایک موقعہ کو پورا نہیں سمجھے۔ اُس سے ایسا خوف دل میں بیٹھا کہ بات نکر سکتے تھے اور
نیند اوڑ گئی۔ البتہ یہ خیر تھی کہ آپ ہی آپ کوئی رائے قائم نہیں کی جیسا کہ آجکل عادت ہے کہ بزرگونکی
باتوں کو کتابوں میں دیکھکر کسی جاننے والے سے اونکے سمجھنے کی کوشش تو کرتے نہیں اپنی طبیعت سے
جو چاہتے ہیں حکم لگا دیتے ہیں یہانتک کہ اُن بزرگوں سے بدعقیدہ ہوجاتے ہیں اور واہی تباہی
باتیں بکنے لگتے ہیں یا اوسکے موافق غلط عقیدہ رکھکر خراب ہوتے ہیں۔ وکیل صاحب میرے پاس
آئے کہ جنت کی امید ہی نہیں خواہ کچھ ہی کرے۔ تمام عمر کوشش کرے اور دنیا کو بے مزہ کردے اگر
کتاب کا لکھا ہوا سچ ہے تو خاتمہ ذرا میں بگڑ سکتا ہے۔ جسوقت میرے پاس کتاب لیکر آئے تو یہ
حالت تھی کہ ہاتھ کانپتے تھے زبان لڑکھڑاتی تھی کتاب کی عبارت نہ پڑھی جاتی تھی یہ حال تھا کہ جیسے کسیکو
پھانسی کا حکم سنا دیا جاتا ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ حد سے زیادہ خوف غالب ہونا اچھا نہیں
میں نے دوسرے موقعہ اوسی کتاب کے دکھائے بحمد اللہ اونکے سارے شبہے جاتے رہے اور دل ٹھیر
گیا۔ وہ کہنے لگے کہ آپنے مجھکو بچا لیا جانے کیا ہوتا میری جان نہ رہتی یا ایمان نہ رہتا۔ کتاب میں
سب کچھ لکھا ہے مگر اوستاد کی ضرورت ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللّٰہمّ اسئلک
مِن خشیتک ماتحول بہ بیننا وبین معاصیک۔ صرف اتنا خوف چاہتے ہیں کہ گناہوں کو

ف دین کی اُردو کتابوں کو خود دیکھنا مضر ہے۔ خاصکر تصوف کی کتابوں کو

ف بزرگوں کی کتابوں کو دیکھکر خود رائے قائم کرلینا بڑی غلطی ہے۔

روکے اسقدر نہیں کہ ہم اٹھا نہ سکیں۔ جو خوف اُلٹا گناہ کا سبب ہو وہ بھی گناہ ہے اسی واسطے لکھا ہے کہ بڑھاپے میں اُمید غالب رکھے اور جوانی میں خوف۔ کیونکہ بُوڑھے آدمی سے ویسے ہی کچھ نہیں ہو سکتا اگر خوف غالب ہو جائیگا تو رہے سہے ہاتھ پیر بھول جاوینگے اور امید میں کچھ نہ کچھ کیے ہی جائیگا۔ اور جوانی میں طاقت ہوتی ہے خوف کو برداشت کر سکتا ہے۔ جتنا خوف زیادہ ہوگا نفس کو تنبیہ ہوگی اسلئے گناہوں سے بچیگا اور اچھے کام کریگا۔ ہر موقعہ کی تدبیر جُدا ہے۔ باطنی طبابت بھی ظاہری طبابت کی طرح ہے۔ چنانچہ کبھی ٹھنڈی دوا دیتے ہیں کبھی گرم کبھی مُسہل دینا پڑتا ہے کبھی قوت۔ اسیطرح دل کے مرضوں کی تدبیریں جُدا جُدا ہیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے جو گر بتایا ہے اگر اوسکو سوچے تو ولی ہو جاوے ایک صورت بھی نافرمانی کی اُس سے باہر نہیں۔ چنانچہ نافرمانی خواہش نفس سے ہوتی ہے مثلاً نماز نہ پڑھی یا دیر کر کے پڑھی یا دل حاضر کر کے ادا نہوئی اگر غور کیا جائے تو سبب اسکا ضرور ایسا نکلے گا کہ خواہش نفس کے نیچے ہو۔ فرض کیجئے کہ نماز نہ پڑھنے کا سبب یہ ہوا کہ نیند آرہی تھی عشا کا وقت ہوا مگر آرام میں خلل گوارا نہ ہوا سو کر صبح کر دی۔ آرام اور تن کا پالنا یہ خواہش نفس ہی تو ہے۔ دیر بھی اکثر جب ہی ہوتی ہے کہ آدمی دوسرے کام میں لگا ہوا ہو اُس کام کے بیچ میں رہجانے سے نقصان مال کا اندیشہ ہوتا ہے اُس نقصان کو گوارا نکیا اور نماز میں دیر کر دی یہ مال کی محبت ہے جو نفس کی خواہشوں میں سے ہے۔ اسی طرح نماز میں بے توجہی جبھی ہوگی کہ جب دوسری طرف توجہ ہو اور توجہ کا ایک طرف نہ رہنے دینا بھی نفس کا کام ہے اُسی کی خواہش سے ہوتا ہے۔ قاعدہ یہ ہونا چاہئے کہ ہر بات میں خیال رکھے کہ نفس کی خواہش ہے یا نہیں۔ جب اوسپر ہمیشگی کریگا تو ممکن نہیں کہ اُس سے گناہ ہو سکے۔ تھوڑے دنوں عادت ڈالنے سے اسکا نفع معلوم ہو سکتا ہے۔ ہر کام کو کرتے وقت سوچ لیا کرو کہ اسمیں نفس کو مزہ آتا ہے یا نہیں اگر لذت آتی ہے تو سمجھ لیجئے کہ یہ ضرور ایک صورت گناہ کی ہے پھر اُس مزہ کو اپنے اوپر غالب نکرو بلکہ تمھیں غالب ہو جاؤ اسطرح کہ اوسکے نقصانوں کو آنکھوں کے سامنے رکھو اور اوسکے پاس تک ہی نہ جاؤ۔ اکثر گناہوں میں سب جانتے ہیں کہ نقصان ہیں مگر پھر خواہش نفسانی سے دبکر اوسکو کرتے ہیں مثلاً غیبت کرنے والا جانتا ہے کہ اگر اُس شخص کو خبر پہونچگئی تو لڑائی ضرور ہوگی اور بہت سے نقصان پہونچیں گے نفع تو کوئی بھی نہوگا مگر پھر کرتا ہے اور کرنے سے طبیعت کو چین ملتا ہے جیسے کسی سے بدلا لے لیا یہ خواہش نفسانی ہی تو ہے۔ ایسے بھی پرہیزگار ہیں کہ خود غیبت نہیں کرتے مگر

ف: بڑھاپے میں اُمید اور جوانی میں خوف غالب رکھنا چاہئے

ف: تمام گناہوں کا سبب خواہش نفس ہے ایک صورت بھی نافرمانی کی اس سے باہر نہیں

اونکو سُننے میں مزہ آتا ہے بہت ہمت کی تو یہ کیا کہ غیبت کرنے والے سے الزام اوٹھانیکی غرض سے کہدیا کہ میاں جانے دو اور پھر رغبت سے سُن رہے ہیں اور دل میں سمجھتے ہیں کہ میں غیبت سے بچا ہوا ہوں بہت احتیاط کرتا ہوں دوسرے کو بھی منع کر دیتا ہوں۔ مگر یہ سمجھ لیجئے کہ اللہ میاں کو دل کی بھی خبر ہے صرف زبانی باتوں سے کیا کام چلتا ہے۔ اگر اونکے باپ کو کوئی گالیاں دینے لگے تو کیسے لڑنے لگیں گے۔ منع کرنا اسکو کہتے ہیں حضرت ایسے منع کرنے سے رہائی نہیں ہوتی سُننا بھی غیبت میں شامل ہے ظاہرا غیبت نہ کی سہی۔ ظاہر بینوں کی نگاہ میں پرہیزگار بنجائیں مگر باطن میں تو مرض موجود ہے۔ نفس نے جو خواہش کی تھی اوسکا ظاہر تک اثر نہ آیا سہی دل میں تو مزہ ہے اور اوسکی طرف کچھ خواہش موجود ہے۔ یہی نفس کی تابعداری ہے۔ نفس کی چال میں بڑے بڑے عقلمند آجاتے ہیں کوئی چیز رشوت میں مثلاً ملنے لگے تو نفس ضرورت بتاتا ہے کہ فلاں فلاں کام تجھے کرنے ہیں اُن کے لئے اِتنے خرچ کی ضرورت ہے اور اسکے ساتھ ہی حیلہ بھی ذہن میں آجاتا ہے کہ یہ شخص خوشی سے دیتا ہے اور تجھے ضرورت ہے اُسوقت لے لینا چاہئے اور اللہ میاں کریم ہیں یہ ضرورتیں بھی رفع ہو جاویں اور پھر توبہ سے گناہ بھی نہ رہیگا۔ کیسی اچھی بات ہے۔ حضرت یہ سب وہ تدبیریں ہیں جن سے نفس جال میں پھانستا ہے اور اس حیلہ کی ضرورت بھی اوسوقت ہوتی ہے جب کچھ خوف دل میں ہو ورنہ حیلہ کی بھی کون ضرورت ہے اور اتنی دیر کب گوارا ہے گردن پکڑ کر حکم کر دیا کہ یہ رقم ہرگز نجائے پائے بس اوسکی تعمیل ہو گئی۔ ہاں نفس جنکو احتیاط والا پاتا ہے اونکے لئے خواہ مخواہ کی ضرورتیں کھڑی کر دیتا ہے اور سمجھا دیتا ہے کہ اونکا پورا کرنا ہے حالانکہ یہ فضول خرچی ہے مگر لوگ ضرورتیں ایسی تراش لیتے ہیں کہ اونکو فضول خرچی بھی نہیں سمجھتے۔ آجکل کے عقلمند اس مرض میں بہت مُبتلا ہیں۔ مجھے ایک شخص ملے اور خوشخبری سُنائی کہ لڑکا نائب تحصیلدار ہو گیا۔ میں نے کہا بڑی اچھی بات ہے۔ مگر اونکو تنبیہ کیجئیگا کہ فضول خرچی نکریں۔ کہنے لگے کہ کچھ سامان تو کرنا ہی پڑتا ہے بڑے لوگوں کی آمد و رفت ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ چار بھلے مانس آویں اور میز کرسی لمپ وغیرہ گھٹیا رکھے ہوں یا مکان شاندار نہ ہو۔ یہ اسراف یعنی فضول خرچی ہے جسے ضروری سمجھ رکھا ہے۔ یہ خیال کر لیجئے کہ ضرورت دو قسم کی ہوتی ہے ایک واقعی دوسری فرضی۔ واقعی ضرورت کی تو انتہا ہو سکتی ہے اور فرضی ضرورت کی کہیں انتہا نہیں جب انتہا نہ ہوئی تو اوسکے رفع کرنے کے لئے کونسی رقم کافی ہو سکتی ہے۔ فضول خرچی گناہ تو ہے ہی جسکا وبال آخرت میں ہوگا مگر دنیا میں بھی اوسکا نتیجہ دیکھ لیجئے کہ خاندان کے خاندان اسکی بدولت تباہ ہو گئے

غیبت سننے والا بھی مثل غیبت کرنے والے کے ہے

رشوت لینے میں نفس کی چال

ضرورت دو قسم کی ہوتی ہے واقعی اور فرضی

فضول خرچی سے خاندان کے خاندان تباہ ہو گئے

نافرمانی میں دین اور دنیا دونوں کا نقصان ہے

چنانچہ ایک شادی بھی جس نے کی اور فرضی ضرورتیں پوری کیں تو نقدی اور جائداد اور مال و متاع سب نذر کر دیا اور پھر بھی پورا نہ ہوا قرض لیکر بمشکل آبرو بچائی اور بعد میں آبرو بھی چلی گئی چنانچہ تقریبوں کی رسموں میں جو صرف کرتے ہیں وہ سب فرضی ضرورتیں ہیں۔ بیوی کے کان میں پانچسو سے کم کا زیور نہو خواہ میاں کی اوقات دو ہی پیسہ کی ہو۔ کہیں سے لاؤ تب منہ دکھاؤ۔ میز کرسی پوشاک سب باقاعدہ ہوں ایسا نہ ہو کہ کوئی بڑا آدمی انکو چھوٹا کہدے۔ حضرت بڑے آدمی کو یہ بھی تو معلوم ہوگا کہ میاں کی اوقات صرف پچاس ہی روپیہ کی ہے پھر بڑا کیسے کہدیگا۔ یہ ضرورت نہیں صرف فیشن ہے۔ یہ سب فضولیات ہیں جنکو نفس ضروری بتاتا ہے اور اونکو پورا کرنا خواہش نفس کی تعمیل ہے جسمیں بڑے عقلمند گرفتار ہیں۔ نہیں معلوم عقل کیسے گوارا کرتی ہے کہ اپنے کو دشمن کے ہاتھوں میں دیدیا جاوے۔ مسلمان کا کام تو یہ ہے کہ ہر کام میں یوں پوچھے کہ حقتعالیٰ کا کیا حکم ہے بجائے اوسکے ہر کام میں شیطان اور نفس سے پوچھتے ہیں کہ سرکار کا کیا حکم ہے۔ مسلمانوں کیا جواب ہوگا جبکہ قیامت کو یہ پوچھا جائے الم اعھد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان انہ لکم عدو مبین و ان اعبدونی ھذا صراط مستقیم ولقد اضل منکم جبلاً کثیراً افلم تکونوا تعقلون ھذہٖ جھنم التی کنتم بہ توعدون ۔ ترجمہ اے آدم کی اولاد میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نکرو وہ تمھارا دشمن ہے میری عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔ اور تم دیکھ چکے تھے کہ بہتوں کو اوسنے گمراہ کر دیا تھا تمھیں عقل نہ تھی۔ اب یہ دوزخ موجود ہے۔ دنیا میں سب کے نزدیک قاعدہ مانا ہوا ہے کہ بھلائی کا بدلہ بھلائی ہے مگر لوگوں نے اللہ میاں کیساتھ خلاف معاملہ کر رکھا ہے۔ دیکھے جسقدر اوسطرف سے احسان زیادہ ہوتے ہیں اوسیقدر اسطرف سے ناشکری ہوتی ہے۔ خواہش نفسانی وہ بری چیز ہے جسمیں دین کے صدہا گناہ ہیں اور دنیا کے بھی نقصان ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ گناہ کرنے سے اللہ میاں ساتھ چھوڑ دیتے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی سامان جمع کرتا ہے مگر وہ سامان مقصد تک بہت کم پہونچاتے ہیں۔ ہر کام میں پریشان رہتا ہے۔ بعض آدمی ذریعے کم رکھتے ہیں اور کام زیادہ ہوتا ہے اور نافرمان ذریعے زیادہ رکھتے ہیں اور کام اوتنا بھی نہیں ہوتا۔ ایک یہ کہ گنہگار کے رزق میں تنگی ہوتی ہے۔ شاید کوئی یوں کہے کہ ہمپر تو تنگی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ رزق سے غرض یہ ہے کہ اطمینان ہو اور یہ گناہ کرنے میں حاصل نہیں ہوتا۔ ناجائز طریقہ سے کتنا ہی

کمالو مگر جو خوشی اور بے فکری تھوڑے حلال کے مال سے ہوتی ہے وہ ہرگز اس سے حاصل نہیں ہوتی یہ بات تجربہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ نامرد کو کتنا ہی سمجھاؤ کہ عورت کی لذت یہ ہوتی ہے وہ کبھی نہ سمجھے گا اور اولٹا تمھیں بیوقوف بنائے گا۔ اوسکی تدبیر یہ ہے کہ اوسکا علاج کرو جب طاقت پیدا ہو جائیگی تو خود عقلمندی اور بیوقوفی سمجھ لیگا۔ اس لئے گناہ چھوڑ کر اطاعت اختیار کرو پھر دیکھو کہ دل میں کیا بات پیدا ہوتی ہے جس سے ظاہر ہو جائیگا کہ اطمینان یہ چیز ہے۔ حضرت اطاعت تو وہ چیز ہے جسکا اثر بھولکر ہو جانے سے بھی ہوتا ہے جیسے کپڑا بھولے سے رنگ میں گر جائے تو قصداً رنگنے کیموافق اگرچہ نہو مگر دھبے تو پڑ ہی جائینگے۔ تجربہ ہوا ہے کہ اگر دھوکہ سے عبادت ہو گئی تو اوسکا اثر ہو گیا چنانچہ مشہور قصہ ہے کہ ایک چور بادشاہ کی لڑکی پر عاشق تھا ایکروز چوری کرنیکے ارادہ سے بادشاہ کے یہاں گیا دہاں بادشاہ اور بیگم میں اوسی لڑکی کی شادی کی نسبت بات ہو رہی تھی وہ بادشاہ کہہ رہا تھا کہ میں تو اسکی شادی عابد و زاہد پرہیزگار سے کرونگا۔ یہ چور صاحب چوری تو بھول گئے اور بہت غنیمت جانا کہ آج خوب کام بنا۔ وہاں سے آکر ایک مسجد میں جا بیٹھے اور دن رات عبادت کرنا شروع کی۔ اسکا شہرہ ہو گیا کہ ایک بڑے عابد صاحب تشریف لائے ہیں۔ ادھر بادشاہ نے آدمی مقرر کر رکھے تھے چنانچہ خبر ملی کہ ایک عابد صاحب فلانی مسجد میں قیام رکھتے ہیں اُن سے زیادہ متقی و عابد کوئی نظر نہیں آتا بادشاہ نے خاص وزیر کو اونکے پاس پیغام لیکر بھیجا اور یہاں کام ہو چکا تھا اُنھوں نے توجہ بھی نہ کی۔ وزیر نے نہایت ادب سے پیغام بادشاہی سُنایا۔ اُنھوں نے کہا کہ اصل میں نیت تو میری بُری تھی مگر حقتعالیٰ نے اپنا فضل کیا۔ اب مجھے نہ آپکی بیٹی کی ضرورت ہے نہ آپکے لاؤ لشکر کی۔ بس تشریف لیجائیے اور میرا وقت ضائع نہ کیجئے۔ طاعت ایسی چیز ہے کہ بعض وقت گو اوسمیں اچھی غرض نہو مگر انجام کار اوسی سے درستی ہو جاتی ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ بہت لوگ فاسد غرضوں سے اسلام قبول کرتے ہیں مگر انجام کار اوسی سے درستی ہو جاتی ہے ایسوں کے اسلام کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے۔ بعض لوگ غافل نادان کہتے ہیں کہ ان بھکاریوں کو مسلمان نکرنا چاہئے ان لوگوں نے پیشہ کر لیا ہے مسلمان کرنیکا نتیجہ ہی کیا ہے اسمیں اسلام کی بدنامی ہے۔ مجھسے ایک صاحب یہی فرماتے تھے۔ میں نے اونکو جواب دیا کہ اگر ایسی بدنامی کیوجہ سے اسلام سے نکالدیں تو آپ میں بھی بہت سے عیب ہیں جن سے اسلام بدنام ہوتا ہے۔ نیا مسلمان اگرچہ جُنید بغدادی ہی ہو اور موروثی شیطان بھی ہو تو پرواہ نہیں میں تجربہ سے کہتا ہوں کہ بعض وقت مسلمان کسی

اطاعت عجیب چیز ہے

چور کی جو بادشاہ کی لڑکی پر عاشق ہوا تھا۔

بعض لوگ بُری غرضوں سے اسلام لاتے ہیں مگر انجام کار درست ہو جاتے ہیں۔

لالچ سے ہوتا ہے مگر اسلام وہ چیز ہے کہ خود دل میں جگہ کر لیتا ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے تعلمتُ العلم لغیر اللہ فابی العلم الا ان یکون للہ کہ میں نے علم اللہ کے سوا کسی اور غرض کیلئے سیکھا تھا مگر علم نے خود نمانا اور اللہ ہی کا ہو کر رہا آگ جلاؤ اور یہ ارادہ کرو کہ لکڑی نہ جلے تھوڑی دیر میں لکڑی راکھ ہو جائیگی۔ کسی بزرگ سے کسی نے کہا دیکھئے صاحب فلانا شخص دکھلاوے کا ذکر کیا کرتا ہے بزرگ نے کہا تو تو دکھلاوے کا بھی نہیں کرتا وہ دکھلاوے کا کرتا تو ہے کبھی نہ کبھی ذکر دلمیں جگہ کر ہی لیگا اور تجھسے کیا امید ہے۔ ہمارے حضرت (حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ) فرماتے تھے کہ عبادت اول ریا ہوتی ہی چند روز میں عادت ہو جاتی ہے پھر عبادت و اخلاص۔ واقعی یہ بات بالکل درست ہے۔ دیکھئے بچپن میں آدمی نماز پڑھتا ہے اوسوقت کیا حال ہوتا ہے پھر جوانی میں اور کیفیت ہوتی ہے اور بڑی عمر میں کچھ اور ہی بات پیدا ہو جاتی ہے۔ بچپن میں اوستاد یا والدین کے ڈر سے پڑھی جاتی ہے اگر کسی وقت دیکھ بھال نہیں ہوتی تو ٹال دی جاتی ہے یا بے وضو اوڑا دیتے ہیں۔ یہ ریا ہی ہے۔ پھر پڑھتے پڑھتے شعور کے دنوں میں طبیعت مانوس ہو جاتی ہے اور جیسا کہ اور ضروری کاموں کا تقاضا ہوتا ہے ایسا ہی نماز کا ہونے لگتا ہے تاوقتیکہ ادا نکر لی جاوے بوجھ رہتا ہے۔ یہ مرتبہ عادت کا ہے۔ اسکے بعد بحمد اللہ یہ کیفیت ہوتی ہے کہ بلا نماز چین ہی نہیں پڑتا۔ یہ درجہ اخلاص کا ہے۔ اسکا تجربہ مدرسہ میں رہکر طلبا پر اچھی طرح ہوا کہ ابتدا میں اور حالت ہوتی ہے مگر فارغ ہوتے ہی مخلص بنجاتے ہیں۔

ف طالب علموں پر اعتراض اور اوسکا جواب

یہی بات جسکو لوگ نہیں جانتے وہ طالب علموں کی ابتدائی حالت دیکھکر طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں یوں کہتے ہیں کہ یہ لوگ بالکل نکمے ہوتے ہیں دنیا سے تو ناآشنا ہیں ہی دین ہی میں کیا کمال پیدا کیا۔ میں کہتا ہوں ابھی انکی حالت کیا دیکھتے ہو پڑھنے دو۔ انھیں میں پیشوا ہونگے اور انھیں میں اپنے وقت کے غزالی ہوں گے۔ لوگوں کی یہ حالت ہے کہ طالب علموں سے ذرا سا قصور ہو جاوے تو تمام شہر میں سن لیجئے کہ اسلامی مدرسہ والوں نے یوں کیا۔ کسقدر غیریت اس لفظ سے ٹپکتی ہے۔ آپکو طالب علموں سے لگاؤ رکھنا چاہئے یا بے تعلقی۔ یہ تمھارے دین کے ذمہ دار ہیں ان سے قطع کرنا کس سے قطع کرنا ہے۔ آپ کو ان سے لگاؤ ہی رکھنا چاہئے۔ دیکھئے تو اگر آپکا بچہ کسی سے لڑکر آئے اور یہ بھی آپکو معلوم ہو جاوے کہ سراسر زیادتی اسی کی تھی تو آپ اوسکے ساتھ کیا برتاو کرینگے۔ عین لڑائی کیوقت تو آپ اوسکی حفاظت ہی کرینگے اور جسطرح ممکن ہوگا اوسکی بات نیچی نہ ہونے دینگے۔ پھر غصہ جاتے رہنے کے بعد

علٰحدگی میں بچہ کو تنبیہ کرینگے کہ آیندہ ایسا نکرنا دیہ بھی جب ہے کہ آپ بہت ہی حق پسند ہوں) اور اگر غیر آدمی پوچھیگا کہ میاں کیا بات تھی تو یا تو اپنے بچہ جیسی کہیں گے اور اگر بالکل ہی کھلی ہوئی خطا ہو تو کہدینگے کچھ نہیں بازار میں ایک آدمی سے کچھ جھگڑا ہوگیا تھا لڑکا تیز مزاج ہے دبتا کسی سے ہے نہیں بات بڑھ گئی۔ اپنے بچہ کے عیب کو کیوں مشہور نکیا کیا اوسکا عیب عیب نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اُس سے آپ کو پیدایشی تعلق ہے اوسکی بدنامی اپنی بدنامی ہے۔ بچہ سے لگاؤ طبیعت کے حکم سے ہے طالبعلم سے حقتعالیٰ کے حکم سے لگاؤ رکھا ہوتا اوسکے قصور کو بھی اپنے بچہ کے قصور کیطرح دبایا ہوتا اور اوسکی بدنامی میں دین کی بدنامی سمجھی ہوتی۔ بعض کہدیا کرتے ہیں کہ اگر اونکے قصور نہ پکڑے جائیں تو اونکو تنبیہ کیونکر ہو۔ میں کہتا ہوں اپنی طبیعت سے ہی انصاف کرلو کہ جس طرح اپنے بچہ کو تنبیہ کرتے ہو اوسی طرح طالبعلم کو کرتے ہو یا نہیں۔ مان لو کہ تمھارا بچہ اسقدر شریر ہو کہ باوجود تنبیہ کے بھی نہ مانے اور بڑی سے بڑی حرکتیں کرے جس سے خاندان پر دھبہ آجائے ننگ و ناموس کو بٹہ لگجائے تب آپ اوسکے ساتھ کیا برتاؤ کرینگے کیا آپ اُس سے بالکل تعلق چھوڑ دینگے۔ ہرگز نہیں۔ اور اگر کوئی چھوڑ بھی دے تو موت سے بدتر دل پر صدمہ رہتا ہے خود سمجھانے سے جب اثر نہیں ہوتا تو جنکا وہ لحاظ کرتا ہے اُن سے سمجھوایا جاتا ہے طالب علم کے کسی بڑے جرم پر تو کیا ایک چھوٹے سے قصور پر بھی میں پوچھتا ہوں کہ اسی طرح شفقت سے تنبیہ ہوتی ہے یا غیروں جیسی۔ اگر اسی طرح کرتے ہیں تو الحمد للہ بڑی خوبی کی بات ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو میں پھر کہتا ہوں کہ اُن سے آپنے کیوں تعلق توڑا۔ کیا وہ آپکے دین کی نگہداشت کرنے والے نہیں ہیں یا آپکے ذمہ دین کی حفاظت نہیں ہے۔ اونمیں سے ایک کے قصور پر آپ سب کو بدنام کیوں کرتے ہیں کیا آپکے سارے بچے ایک ہی سے نیک اور بچپن ہی سے تمیزدار ہوتے ہیں۔ ابتدائی حالت دیکھکر اعتراض مت کرو۔ ہر تابعدار کی ابتدائی حالت ایسی ہی ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تابعداری ہونی چاہیے خواہ کسی طرح ہو پھر وہ خود آدمی کو درست کرلیتی ہے اور تابعداری ایسی چیز ہے کہ اوسمیں دین و دنیا دونوں کے نفع ہیں۔ اور گناہ کی یہ تو وہ نقصان تھے جو خود کرنیوالے کو پہونچتے ہیں۔ اور اکثر وہ نقصان ہیں جو دوسروں کو پہونچتے ہیں جیسے غیبت کہ جب ایک آدمی کسی کی غیبت کریگا تو دوسرے کو خبر پہونچے ہی گی پھر وہ کیوں نکریگا بلکہ اُس سے زیادہ کریگا اِس سے دونوں میں عداوت ہوگی۔ پھر عداوت وہ چیز ہے کہ جب دو میں پڑجاتی ہے تو دونوں کا نماز و روزہ سب عداوت ہی ہوجاتی ہے اوٹھتے بیٹھتے سونے وغیرہ میں ہر وقت یہی فکر

رہتی ہے کہ کسی طرح دوسرے کو نقصان پہونچے۔ نیت نماز کی باندھ رکھی ہے اور دل میں دوسرے کو نقصان پہونچانے کی تدبیریں سوچی جارہی ہیں۔ یہ کیا نماز ہوئی اور دل کا شغل حرام چیز سے ہوا مُنہ میں روزہ ہے اور زبان دوسرے کی غیبت میں بھری ہے۔ دل میں خوش ہیں کہ روزہ ہے یہ خبر نہیں کہ روزہ میں اُن چیزوں کو تو چھوڑا جو خود حلال تھیں یعنی کھانا پینا اور جو چیز ہمیشہ حرام ہے اوسکو نہ چھوڑا تو یہ کیا روزہ ہوا۔ غرض یہ عداوت اسی غیبت کی بدولت ہوئی اور عداوت وہ چیز ہے کہ دل کو ایک ہی طرف کا کرلیتی ہے وہ کیا ہے نقصان پہونچانا۔ آپ جانتے کہ یہ عداوت چھوٹا سا لفظ کسقدر بُرائی لئے ہوئے ہے تفصیل کی ضرورت نہیں بالکل ظاہر ہے کہ عداوت دوستی کی ضد ہے جتنی بھلائی دین اور دنیا کی دوستی میں ہے اوتنی ہی بُرائی بھی عداوت میں ہے اور یہ سب کا ہے سے ہوا ایک ذرا سی غیبت سے۔ خواہش نفسانی کی اور خرابی سُنئے۔ مثلاً میرا اور آپکا جائداد پر مقدمہ ہے ہر شخص کی خواہش ہوئی کہ مجکو پورا ملجاوے بس لڑائی ہوگئی۔ اگر دونوں یہ کہتے کہ ہمیں کچھ نہیں چاہئے تو طول کا ہیکو کھنچتا مقدمہ بازی کی نوبت کیوں آتی اور آپسمیں نفاق اور عداوتیں کیوں پیدا ہوتیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ایک قصہ ہے (پہلی امتوں میں بھی بڑے بڑے اچھے لوگ ہوئے ہیں) ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ اپنا مکان بیچا۔ خریدنے والے نے جب دخل لیا تو اوسمیں ایک گھڑا سونے کا بھرا ہوا پایا وہ گھڑا لیکر بائع کے پاس آیا کہ تو اپنا گھڑا لے تمھارے مکان میں سے نکلا ہے اُس نے کہا کہ میں تو مکان کی قیمت لے چکا میرا اسمیں کیا ہے اوسنے کہا کہ میں نے تو قیمت مکان کی دی ہے اوسی پر معاملہ ٹھیرا ہے یہ گھڑا اوسمیں شامل نہیں میں کیسے لیلوں۔ ایمانداری اسے کہتے ہیں۔ اگر آجکل گھڑا نکل آئے تو مزہ آجاوے۔ کانپور میں دو آدمیوں نے کہیں سُن لیا تھا کہ شب برات میں جو دعا مانگی جاوے وہ قبول ہوتی ہے چنانچہ دونوں ایک مٹی کا ڈھیلا لیکر بیٹھے اور اوسپر ایک رومال ڈھکدیا اور دعا مانگنی شروع کی کہ یا اللہ میاں یہ مٹی سونا ہوجاوے تمام رات دعا کرتے رہے۔ جوں جوں صبح ہوتی تھی شوق بڑھتا جاتا تھا بمشکل صبح پکڑی اور جلدی سے کھولا دیکھیں تو وہی مٹی۔ ساری آرزوئیں خاک ہوگئیں اور دل مرگیا کہ شب قدر بھی خالی گئی طرح طرح کے شیطانی خیال آئے کہ دعا کو ویسے بھی سُنا کرتے تھے کہ قبول ہوتی ہے اور آج تو شب قدر تھی۔ اسی فکر میں بیٹھے تھے خیریت ہوئی کہ بندۂ خدا ایک درزی پہونچگیا جو علم والونکی صحبت

ف صحابہؓ کی ہمدردی کا عجیب قصہ

پائے ہوئے تھا اُن سے پوچھا کیسے سُست ہو اونھوں نے سارا قصہ بیان کیا اوسنے کہا کہ بھائی شکر کرو
اِسمیں کچھ حکمت ہوگی ایک ذراسی بات تو مجکو معلوم ہوتی ہے کہ اللہ میاں تمھارے بدخواہ نہیں ہیں۔
اگر وہ سونے کا نکلتا تو تم دونوں میں لڑائی تو ابھی ہوتی پھر جانے کہاںتک طول کھنچتا ممکن ہے کہ ڈھیلا
کسی تیسرے کا ہوجاتا۔ دونوں کی تسکین ہوگئی۔ غرض یہ ہے کہ موہوم سونے کے لئے تو اتنی محنت کی
کہیں سونے کا گھڑا نظر پڑجائے تو جانے کیا ہو۔ صحابہؓ کا ایک قصّہ کتاب میں آتا ہے کہ ایک لڑائی
میں بہت سے آدمی شہید ہوئے کئی آدمی نزع کی حالت میں تھے موت کے وقت پیاس کا غلبہ ہوتا
ہی۔ ایک شخص نے آواز دی کہ کوئی میرے حلق میں ذراسا پانی ڈالدے تو بڑا کام کرے۔ ایک بندۂ
خدا پیالہ میں پانی لیکر پہونچے اور پلانا ہی چاہتے تھے کہ اِتنے میں ایکطرف سے آواز آئی کہ ذراسا پانی
کوئی پلاتا اِنھوں نے پڑے پڑے کہا کہ پہلے اونکو پلاؤ پھر مجھے پلانا۔ یہ شخص پیالہ لیکر اونکے پاس پہنچے
پلانا ہی چاہتے تھے کہ اسی طرح ایک اور آواز آئی۔ غرض موقعہ قتل میں چھ سات جگہ اسی طرح پانی
لئے پھرے اور سب یہی کہتے رہے۔ اخیر میں جنکے پاس پہونچے اونکو پلانے کی نوبت نہ آئی تھی کہ دم
آخر ہوگیا۔ یہ لوٹے اور پہلوں کے پاس پانی لائے جسکو دیکھا دم آخر ہوگیا تھا۔ ایثار یعنی (دوسرے
کی مصلحت کے لئے اپنی مصلحت کو چھوڑ دینا) اِسی کو کہتے ہیں۔ پانی وہ چیز ہے کہ حج کے سفر میں دیکھا
ہے کہ پیاس میں باپ بیٹے کو چھوڑ دیتے ہیں موت کے وقت کی پیاس کا کیا حال ہوگا۔ غرض ہم میں

ف نااتفاقی کی وجہ خواہش نفسانی کی پیروی ہے

جو بجائے ایثار کے کشاکشی اور لڑائی جھگڑے ہیں اوسکی وجہ وہی خواہش نفس کی تابعداری ہے۔ یہی باہم
اتفاق نہیں ہونے دیتی۔ آجکل سب نے یاد کرلیا ہے۔ اتفاق اتفاق۔ یہ خبر نہیں کہ اتفاق کاہے سے
ہوتا ہے۔ اتفاق ہوتا ہے خواہشِ نفسانی روکنے سے۔ غرض ساری بُرائیوں کی جڑ خواہشِ نفسانی ہے
اور یہی روکنے کی چیز ہے۔ اِس نکتہ کو سب ہی نے سمجھا حتّٰی کہ حکام میں سے اُن لوگوں نے جنکو مذہب

ف خواہش نفسانی کا روکنا سب کے نزدیک مانا ہوا ہے۔

سے کوئی علاقہ نہیں۔ دیکھو حاکم بعض کاموں سے روکتا ہے اور بعض کی اجازت دیتا ہے۔ وہ جن کاموں سے
روکتا ہے وہ ہی تو ہیں جنکو لوگ کرنا چاہتے ہیں مگر حاکم کے نزدیک نقصان کا باعث ہیں۔ معلوم ہوا
کہ دنیا کی مصلحتوں کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہر شخص کو اپنی خواہش پورا کرنیکی اجازت نہ دی جاوے۔ اگر
حاکم نہ روکے اور آزاد چھوڑ دے کہ جو جی چاہے کرو تو اوسکا کیا حشر ہوگا۔ دُنیا کے انتظاموں کو بھی دیکھکر
یہ بات صاف نکلتی ہے کہ خواہشِ نفسانی روکنے ہی کی چیز ہے۔ اگر یہ روکنے کی چیز نہیں ہے تو اپنے گھر میں

بی بی کو کیوں روکتے ہو اوسکو تو ہر طرح سمجھاتے ہو کہ زیادہ زیور فضول ہے پوشاک میں زیادہ تکلّف سے کیا فائدہ مگر اپنے نفس کو نہیں روکتے - پابندی وہ چیز ہے کہ کسی کو اس سے چارہ نہیں - فرق اتنا ہے کہ جو عقلمند ہیں وہ اختیار سے کرتے ہیں اور کم عقل زبردستی پابند بنائے جاتے ہیں - آپ نفس کو بالکل کسی طرح آزاد نہیں کر سکتے - اے مسلمانوں قانون کی وجہ سے تو تمنے خواہش نفس کو چھوڑ دیا اور اللہ و رسول کے حکم سے نہیں چھوڑتے یہ کیا غضب ہے - اگر قانون کی رُو سے کسی بات کی ممانعت ہو جاوے تو ایک بھی حیلہ باقی نہ رہے اور اللہ میاں اگر کسی کام کو منع کریں تو اوسمیں حیلے نکالے جائیں اور ضرورتیں ثابت کیجائیں - قانون کے مقابلہ میں ضرورتیں کہاں چلی جاتی ہیں - افسوس اللہ میاں کی محبت دنیا کی مصلحت کی برابر بھی نہوئی - حالت یہ ہے کہ ایک مرد ار عورت اگر کہے رات بھر کھڑے رہو تو کر گذرینگے اور اللہ میاں کے حکم سے عشا کی نماز بھی بھاری ہے - ایک شخص کا قصہ ہے (یہ ایک بزرگ ہیں پہلے حالت ایسی ہی تھی بعد میں بزرگ ہوئے ہیں) وہ یہ کہ ایک عورت سے عشق تھا بڑی آرزوں کے بعد ایک دن شام کو کہیں بات کرنیکا موقعہ ملگیا اور صورت یہ تھی کہ کھڑکی کے نیچے بات کرنے کھڑے ہوئے تھے - ایسے محو ہوئے کہ تمام رات گذر گئی - جب موذن نے صبح کی اذان دی تو کیا کہتے ہیں بھلے مانس تجھے بھی آج ہی عشا کی اذان سویرے کہنی رہ گئی تھی - کسی نے کہا جناب خبر بھی ہے صبح ہو گئی مونھ پھیر کر دیکھا تو واقعی صبح تھی - دل پر اثر ہوا - بہت روئے اور ایک بزرگ کے ہاتھ پر توبہ کی اور اُس خیال کو چھوڑا - پھر صاحب کمال ہوئے اور بھی کچھ ہوا - غور کریں تو آجکل اللہ میاں کے حکموں کی اتنی بھی قدر نہیں جتنی کہ ایک کسبی کے حکموں کی ہے - اللہ میاں کے حکم کیسے ہی آسان اور سراسر مفید اور حکمت سے بھرے ہوئے ہوں مگر دشوار ہوتے ہیں - اگر کسبی انھیں حکموں کو کہے جنکو اللہ میاں نے فرمایا ہے تو کچھ تکلیف نہ رہے بلکہ اگر کبھی اُن حکموں کو بھی کہے جو اللہ میاں کے خلاف ہیں تب بھی دشوار نہوں - اس سے معلوم ہوا کہ حکم اپنی ذات میں دشوار نہیں صرف محبت کی کسر ہے - مسلمان کی شان تو یہ تھی کہ اللہ میاں کے سامنے ایسا ہوتا جیسے قلم لکھنے والے کے ہاتھ میں - اور غیر کے سامنے لوہے اور پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتا - انصاف کی بات ہے کہ اللہ میاں کیطرف سے بندہ پر کسقدر انعام اور فضل ہوتے ہیں اور خلقت کی طرف سے خاک بھی نہیں ملتا - ظاہر ہے کہ اپنے انعام دینے والے کے سامنے نرم ہونا چاہئے یا آپ جیسے عاجز بلکہ دشمن کے سامنے - کیا غضب ہے کہ اللہ میاں کے ہاتھ میں تو

ایسے نہوں اور ہوں کسکے ہاتھ میں۔ نفس کے۔ حالت یہ ہے کہ بُت پرستی کو منع کرتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہر شخص کی بغل میں بُت ہے۔ ظاہری بُت پرست پر طرح طرح کے طعنہ کئے جاتے ہیں اور اونکو احمق بتایا جاتا ہے اور خود باطنی بت پرستی میں مبتلا ہیں اور عقلمندی کا دعوی ہے کسی نے ایک بت کو پوجا کسی نے دوسرے کو۔ جہاں ظاہری بت پرستی چھوڑی ہے باطنی بھی چھوڑ دو اپنی باگ نفس کے ہاتھ میں مت دو۔ احکام الٰہی کے سامنے سر جھکاؤ۔ تابعداری تو وہی ہے کہ آدمی اپنے ارادہ کو چھوڑکر دوسرے کے ارادہ کے تابع ہو جاوے۔ دیکھ لیجئے قانون کے سامنے کیا حال ہوتا ہے کہ اپنی خواہش چھوڑنی پڑتی ہے اور حاکم کے حکم کو ماننا ہوتا ہے۔ تابعداری کرنے کی دو چیزیں تھیں۔ عقیدے اور عمل۔ عمل میں تو یہ گنجائش نکالی گئی کہ ہم مجبور ہیں اور یہ حکم مصلحتِ وقت کے موافق نہیں ہیں۔ مگر اب عقیدوں میں بھی نفس کی خواہش کو بڑھانے لگے ہیں۔ اور یہ حالت ہے کہ عمل کو پہلے ضروری تو سمجھتے تھے مگر تکلیف جانکر اوسکے ادا کرنے میں قصور تھا اب اونکی ضرورت ہی ذہن سے اوڑ گئی۔ ایک صاحب فرمانے لگے کہ دین میں جو کچھ حارج ہے وہ نماز ہے۔ غیر مذہب کے بہت سے آدمی اسوقت میں اسلام لانیکو تیار ہیں مگر یہ خیال مانع ہے کہ مسلمان ہونیکے بعد نماز پڑھنی ہوگی پانچوقت کی پابندی سر پڑیگی۔ اگر مولوی لوگ نماز کی قید اٹھادیں تو آج ہی دیکھئے کتنے کافر مسلمان بنتے ہیں۔ (نماز ایسی مولویوں کی ہے کہ معاف کردیں) ایک صاحب کہتے ہیں کہ سُود کی ممانعت سے مفلسی آگئی۔ دوسری قومیں سُود ہی کے ذریعہ سے ترقی کرتی جاتی ہیں۔ غرض جو جسکی سمجھ میں آتا ہے اللہ کے حکموں میں اصلاح دینے کو تیار ہے۔ یوں کہو کہ اللہ میاں کو یہ بات بتائی جاتی ہے کہ ہم سے رائے لیکر کیوں حکم مقرر نہ کئے تھے۔ ہم لوگوں کا کیا حال ہے۔ عقیدوں میں یہ حال۔ اعمال میں یہ حال بصورت میں آزادی۔ آمدنی میں حلال وحرام کی خبر نہیں۔ زمیندار طرح طرح کی ناجائز آمدنی لیتے ہیں خرید و فروخت میں سودے کے صحیح ہونے اور نہونے کی پرواہ نہیں۔ چنانچہ آم کی بہار بکتی ہے حالانکہ آم کا پتا بھی نہیں ہوتا یہ بیع باطل ہے۔ بیع باطل میں مال خریدار کی ملکیت نہیں ہوتا اوسکا لوٹانا واجب ہے۔ اور جہانتک بھی خریداری کا سلسلہ چلیگا کسی کی ملک نہوگا۔ گناہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ غرض معاملات کی صفائی کیطرف بالکل خیال نہیں۔ زبان غیبت وطعنہ میں مبتلا۔ دل حرص وطمع میں گرفتار۔ وہ مثل ہے کہ اونٹ سے کسی نے پوچھا تھا اونٹ رے اونٹ تیری

ہماری کوئی حالت درست نہیں

کونسی کل سیدھی - اوسنے کہا کوئی بھی نہیں - ایسے ہی ہم لوگوں کی حالت ہے - ظاہر کیطرف دیکھئے وہ ٹھیک نہیں باطن کیطرف نظر کیجئے وہ درست نہیں حالانکہ حقتعالیٰ نے صرف احکام ہی نہیں اوتارے بلکہ ایک اتنا بڑا نبی بھیجکر یہ بھی بتادیا کہ اِس نمونہ کے ہوکر آؤ مگر اس رحمت کی کیا قدر ہوئی ہم کسقدر نمونہ کیموافق بنکر آئے - غور کیجئے کہ اگر درزی کو اچکن سینے کے لئے دو اور وہ ساری اچکن بہت ٹھیک اور خوبصورت سیئے جسمیں جھول تک نہ ہو مگر ایک آستین کو چار اونگل چھوٹا کرلائے تو کیا آپ اوسکو لے لینگے ہرگز نہیں بلکہ درزی کے سر سے مارینگے اور اگر جان بوجھکر ایسا کیا ہے تو قیمت لینے پر بھی کفایت نہوگی کچھ جرمانہ لیا جائیگا حالانکہ نمونہ سے صرف چار اونگل خلاف ہے - یہاں نمونہ سے چار اونگل بھی موافقت نہیں - اللہ میاں کا یہ حکم تھا اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو اللہ میاں تمکو دوست رکھیں گے - حدیث میں آیا ہے مَآ اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ کہ جس طریقہ پر میں اور میرے اصحاب ہیں اوسکو اختیار کرو -

افسوس مسلمانوں نے ہر بات میں خلاف کیا

یہ ہے نمونہ جسکی موافق ہوکر ہمیں آنا چاہیئے - افسوس مسلمانوں نے ہر بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا - جو وضع بتائی اوسکے خلاف وضع تراشی - نکاح وغیرہ میں نئی نئی رسمیں رواج دیں - اخلاق و عادات نئے اختیار کئے - اب عقیدوں میں بھی تراش خراش ہونے لگا اور پھر لطف یہ ہے کہ دعویٰ تابعداری کا ہے - معلوم نہیں کہ تابعداری کس چیز کا نام ہے - اگر کوئی واقفکار ایسے لوگوں کو دیکھے تو کیا کہہ سکتا ہے کہ یہ قوم اُس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گروہ میں ہے گروہ میں ہونا تو درکنار اب تو اُس گروہ کے لوگوں سے ملنا بھی نہیں چاہتے کیونکہ اُس گروہ میں دنیا کی ترقی نہیں ہے - ایک شخص نے مجھسے لکھنؤ میں بیان کیا کہ آج کمیٹی ہوئی جسمیں اُن باتوں پر بحث تھی جو مسلمانوں کو ترقی سے روک رہی ہیں - آخر میں یہ طے ہوا کہ مذہب ترقی سے مانع ہے اسکو چھوڑ دینا چاہیئے - مسلمانوں یہ نوبت پہونچگئی ہے -

خواہش نفس کا علاج

ساری باتیں خواہش نفس سے پیدا ہوئی ہیں - حق سبحانہ تعالیٰ نے اِس آیت میں اسی کا علاج بتایا ہے - سو علاج کیا ہے کہ نفس کو خواہش سے روکنا کیونکہ مرض کا علاج اسی طرح ہوتا ہے کہ اوسکے مادہ اور سبب کو نکالیں جب سبب جاتا رہیگا مرض دور ہو جاویگا - مسلمانوں نفس کی خواہشوں کو چھوڑ دو اور حق سبحانہ تعالےٰ کی اطاعت کرو کیا اللہ میاں کا کچھ حق نہیں ہے - دیکھئے اللہ میاں ایسے ایسے مرضوں کا علاج بتاتے ہیں

جنکو تم خود کسی طرح نہیں سمجھ سکتے اور وہ مرض اندر ہی اندر تمھارا کام تمام کیئے ڈالتے ہیں وہ علاج یہی خواہش نفس کا چھوڑنا ہے جسکا آسان طریقہ بتائے دیتا ہوں چند روز کرنا پڑیگا۔ بہت ہی تھوڑے دنوں میں انشاء اللہ نفع معلوم ہوگا۔ حاصل اوسکا یہ ہے کہ ہر کام ابتدا میں تکلیف سے ہوتا ہے پھر کرتے کرتے اوسمیں مہارت پیدا ہو جاتی ہے سو آپ اوسکا بندوبست کریجیئے وہ یہ کہ کوئی بات یا کوئی کام دلمیں آتے ہی نہ کر ڈالئے بلکہ پہلے سوچ لیا جاوے کہ یہ کام حقتعالی کے خلاف تو نہیں۔ اول اول ذرا دشواری ہوگی مگر تھوڑے دنوں میں عادت ہو جائیگی اسکا ہر کام میں خیال رکھیئے یہانتک کہ یہ حال ہو جاوے کہ بات منہ سے نکالنی ہے مگر رک گئے کہ اللہ میاں کا حکم کیا ہے اور نفس کی خواہش کیا۔ جس بات میں نفس کی خواہش پائی اوسکو زبان سے نہ نکالا نہ اوسپر عمل کیا۔ رہی یہ بات کہ ہمیں حقتعالی کے حکم اور نفس کی خواہش میں تمیز کیسے ہوگی تو اوسکی بابتہ یہ عرض ہے کہ اسکے لئے علم دین کی ضرورت ہے تھوڑا علم ضرور چاہیئے۔ اگر کتاب نہیں پڑھ سکتے تو کسی سے پوچھ لیا کرو۔ چند روز یہی عادت ڈالو اس سے کسقدر آپکے بولنے اور کھانے میں کمی ہوگی۔ مگر جسوقت مزہ اوسکا حاصل ہوگا تو آپ اس تھوڑے کو بہت سمجھنے لگینگے اچھی تھوڑی چیز بہتر ہے اس سے کہ بری ہو اور بہت ہو۔ غلیظ کتنا ہی ہو مگر ایک چھچھ فیرینی پر اوسکو ترجیح نہیں ہو سکتی۔ جب عبادت میں مزہ آنے لگتا ہے تو گناہ کی نفرت دلمیں بیٹھ جاتی ہے پھر گناہ کا کرنا اس سے زیادہ دشوار ہونے لگتا ہے جیسے کہ پہلے عبادت کرنا دشوار تھا۔ اور اگر اتفاق سے گناہ ہو بھی جائے تو طبیعت سست رہتی ہے اور کسی طرح چین نہیں آتا تاوقتیکہ استغفار نہ کرلے۔ عبادت میں عجیب مزہ ہے کہ آدمی لاکھ روپیہ پر ایک نماز کو ترجیح دیتا ہے حالانکہ ہماری نماز کچھ نماز نہیں۔ یہ کیفیت ہے کہ نیت نماز کی باندھ رکھی ہے اور دل ادہر اودہر ہے زبان سے پڑھ رہے ہیں مگر بالکل خبر نہیں کہ اللہ میاں سے کیا کہہ رہے ہیں۔ خیریت یہ ہے کہ الفاظ زبان پر چڑھ گئے ہیں خود زبان پڑھ لیتی ہے ورنہ باعتبار ظاہری حکموں کے بھی نماز کے درست نہونے کا فتوے دیا جاتا اور لوٹانا ضروری ہوتا۔ سر سجدہ میں ہے مگر خیال اور کہیں ہے۔ اس حالت پر بھی آدمی لاکھ روپیہ سے زیادہ کوئی چیز اسمیں پاتا ہے اور اگر نماز نماز ہو جاوے تو سمجھ لیجیے کہ کیا اثر رکھے۔ واقعی عبادت وہ چیز ہے کہ اگر اوسمیں ایک لحظہ کا لطف بھی میسر ہو جاوے تو آدمی دنیا مافیہا کی طرف بھی آنکھ اوٹھا کر نہ دیکھے خواہش نفس کا تو دشمن ہی ہو جاوے۔ غرض یہ عادت ڈالنی چاہیئے کہ ہر کام کو سوچکر کرے

عبادت میں عجیب مزہ ہے

اگر وہ کام خواہش نفس سے ہو تو نکرے اسطرح گناہ چھوٹ جائینگے اور عبادت ہی عبادت رہجائیگی ۔ اور یہ سمجھ لیجئے کہ خواہش نفس چھوڑنے کیلئے خوف سے مدد ملتی ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کیونکہ جس کام سے کوئی باز رہتا ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو صرف خوف سے رُکتا ہے جسم کی سزا کا خوف ہو یا مال کے نقصان کا یا لوگوں میں ناقدری کا جس چیز کا بھی مگر ہوگا خوف ہی ۔ دیکھئے ڈاکو ڈاکہ کیوں نہیں ڈالتا سزا کے ڈر سے ۔ بچہ شرارت سے کیوں رُکتا ہے پٹنے کے خوف سے ۔ لوگ بہت جرموں سے باز رہتے ہیں جرمانہ کے ڈر سے ۔ محفل میں آدمی تہذیب سے کس لئے بیٹھتا ہے اور چھچھوری حرکتوں سے کیوں باز رہتا ہے ذلت کی ڈر سے ۔ خوف ہی تو اُٹھ جاتا ہے جو ملک میں امن نہیں رہتی غدر ہو جاتا ہے ۔ خوف ہی ساری برائیوں کی جڑ کاٹنے والا ہے ۔ خوف ہی تمام عبادتوں کا ذریعہ ہے ۔ البتہ یہ بات سمجھنے کی ہے کہ خوف تو ہر مومن کو ہے پھر کیا وجہ کہ خواہش نفس کی نہیں چھوٹتی ۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ خوف حاضر نہیں اور حاضر نہ ہونیکی وجہ صرف ایک ہے وہ کیا ہے عذاب کا نہ سوچنا اسلئے انتہائی علاج اسکا یہ ہے کہ خوف کو سوچا کرے کہ اُس سے خوف غالب اور حاضر ہو جو کہ خواہش نفس چھوڑنے کیلئے کافی ہو جائیگا ۔ اب میں اوسکا آسان طریقہ بتائے دیتا ہوں وہ یہ کہ سوچنا شروع کیجئے اور اوسکے لئے ایک وقت مقرر کر لیجئے مثلاً سونے کا وقت جسمیں دنیا کے کام کا حرج بھی نہیں ۔ دنیا کے لئے تو سارا وقت دیا ہے اللہ میاں کیواسطے تھوڑا ہی وقت دو ۔ اتنا تو کرو ۔ اللہ میاں اسمیں تمھارا کام بنا دینگے وہاں تو بہانہ ڈھونڈتے ہیں کہ بندہ ذرا ادہر کو منہ کرے اور رحمت کے ڈھیر لگا دیں ۔ پندرہ بیس منٹ دیر میں سوئے لیٹ کر یا بیٹھ کر یاد کیا کیجئے کہ آج کیا کیا گناہ کئے گناہوں کی فہرست تیار کیجئے پھر اوسمیں خیال جمائے کہ گویا میدان قیامت موجود ہے اور ترازو عمل تولنے کی کھڑی ہے اپنا مددگار کوئی بھی نہیں دشمن بہت ہیں حیلہ کوئی چل نہیں سکتا زمین گرم تانبے کیطرح کھول رہی ہے سورج سوا نیزے سر پر ہے دوزخ سامنے ہے اور اُن گناہوں کا حساب ہو رہا ہے کوئی جواب لائق ماننے کے بن نہیں پڑتا ۔ یہ سب حال نظر میں ہونگے تو بے اختیار ہاتھ جوڑ کر حاکم کے روبرو عذر کریگا کہ بیشک خطاوار ہوں کہیں ٹھکانا نہیں اگر کچھ سہارا ہے تو حضور کے رحم کا ۔ اسی کو استغفار کہتے ہیں ۔ رات کو یہ کیجئے پھر صبح اوٹھکر یاد رکھئے کہ کل فلانے فلانے گناہ کئے تھے اور رات اُن سے استغفار اور عہد کیا ہے سو آج وہ گناہ نہونے پائیں اس تدبیر سے اگر اوسی دن سارے گناہ ایک لخت نہ چھوٹیں گے تو کمی ضرور ہو جائیگی اور کچھ عرصہ میں تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ گناہ رہ سکیں ۔

خواہش نفس چھوڑنے کے لئے خوف مددگار ہے ۔

مراقبہ بہترین علاج

یہ ایسی تدبیر ہے کہ تھوڑے دن کرنے سے آدمی گناہوں سے بچ جاتا ہے اور دل میں گناہ کے وقت ڈر پیدا ہوجاتا ہے۔ پھر اسکے لئے علم کی ضرورت ہوگی تاکہ معلوم ہو کہ یہ کام گناہ ہے اور یہ عبادت سو علم دین حاصل کیجئے اور اگر کم فرصت ہونے کا عذر ہے تو کچھ کتابیں اُردو میں چھانٹ دیگئی ہیں اونکو کسی سمجھدار سے سبق سبق کرکے پڑھ لیجئے۔ ضرورت دفع ہونے کو کافی ہیں۔ کتابوں کو خود نہ پڑھیے کہ اس سے دل میں پہلے سے جو شُبہے ہوتے ہیں وہ نہیں جاتے بلکہ اکثر نئے شُبہے پیدا ہوجاتے ہیں جن سے نقصان ہوتا ہے۔ **خلاصہ** سارے وعظ کا یہ ہوا کہ جنت لائق طلب کی ہے اور اوسکا ذریعہ ہے خواہش نفس کا چھوڑنا اور اوسکا مددگار خوف ہے اور اوسکا طریقہ ہے مراقبہ جسکا بیان ابھی ہوچکا۔ جب مراقبہ کیا تو خوف پیدا ہوا اُس سے خواہش نفس کی چھوٹ گئی اور اوسپر نتیجہ ہوگا فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى کہ ایسے شخص کا ٹھکانا جنت ہے۔ اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ سمجھ اور عمل کی توفیق دیں فقط۔

علم دین کی ضرورت

خلاصہ سارے وعظ کا

سلسلہ تسہیل المواعظ کا تیسرا وعظ مسمّٰی بہ

رمضان کا خالص رکھنا

(منتخب از تطہیر رمضان وعظ اول دعوات عبدیت جلد دوم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم اما بعد۔ چونکہ رمضان شریف کا زمانہ نزدیک آگیا ہے اسلئے مناسب ہے

روزہ میں بُرے کام کرنے کیسے ہیں۔

کہ اوسکے کچھ حکم بیان کردیئے جائیں۔ یہ توسب کو معلوم ہے کہ روزہ فرض ہے اِسلئے تو بیان کرنیکی ضرورت نہیں اور ایسے ہی تراویح کو بھی سب لوگ جانتے ہیں کہ ضروری ہے اِسلئے بھی بیان کرنیکی حاجت نہیں۔ ہاں اسبات کے بیان کرنے کی ضرورت ہو کہ بعض لوگوں نے اس مہینہ میں کچھ بُری باتیں بڑھا رکھی ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اِن لوگوں کو یا تو بالکل علم نہیں یا ہے تو مگر کم ہے یا جانتے بھی ہیں مگر احتیاط نہیں کرتے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس مہینہ میں بھی بُرے کاموں سے نہیں رُکتے سوچتے نہیں کہ اللہ میاں نے تو اس مہینہ میں اُن چیزوں کو بھی حرام کردیا جو پہلے حلال تھیں پھر جو چیزیں پہلے ہی سے حرام ہیں وہ کسقدر زیادہ حرام ہوگئی ہونگی اللہ تعالیٰ نے تو روزہ رکھنے کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ لعلکم تتقون روزہ اسواسطے ہے کہ تم پرہیزگار ہوجاؤ۔ اب ہر شخص سوچ لے کہ رمضان میں پہلے سے کتنا زیادہ پرہیزگار ہوگیا پہلے کی حالت میں اور ابکی حالتمیں کتنا فرق ہوا۔ بدنگاہی کو چھوڑدیا یا نہیں۔ غیبت سے یعنی کسی کو پیٹھ پیچھے بُرا کہنے سے رُکا یا نہیں مگر دیکھا جاتا ہے کہ کوئی بات بھی نہیں چھوڑی دونوں حالتیں ایک سی ہیں کسی بات میں کچھ کمی نہیں ہوئی بس فقط ایک کام یہ کیا ہو کہ کھانا کھانے کے وقت بدلدیئے ہیں۔ کچھ کھانے میں کمی بھی نہیں کی جتنا پہلے کھاتے تھے اوتنا ہی رمضان میں بھی کھاتے ہیں غرضکہ اللہ تعالیٰ نے تو روزہ اسواسطے ہمپر فرض کیا تھا کہ بُرائیاں کم ہوجائیں۔ مگر لوگوں نے کچھ بھی کم نہ کیں۔ اللہ والے تو کھانا بھی اس مہینہ میں پہلے سے کم کھاتے ہیں اور بعض تو فقط اتنا ہی کھاتے ہیں کہ اُس سے زندگی باقی رہے اور اس سے زیادہ نہیں کھاتے انھوں نے سوچ لیا کہ ہمیشہ اچھی طرح کھایا ایک مہینہ عبادت ہی کیواسطے سہی اِسی وجہ سے تو اُنھوں نے کچھ حاصل بھی کرلیا غرضکہ اُن لوگوں نے کھانے میں بھی کمی کردی مگر یہ بات ضروری نہیں ایک ثواب کا کام ہے اسکو وہی لوگ کرسکتے ہیں جو بڑے دیندار ہیں یہ ہر شخص سے نہیں ہوسکتا۔ مگر گناہ تو چھوڑدو۔ خیر کھانا اگر پہلے کے برابر ہی کھاؤ تو جائز ہے مگر گناہ تو کسی طرح جائز نہیں لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ دِن بھر گناہوں میں گھرے رہتے ہیں بلکہ بعضے تو رمضان میں اور زیادہ گناہ کرنے لگتے ہیں۔ اِسی کو دیکھ لیجئے کہ صبح کی نماز اس مہینہ میں اپنے وقت پر ہوتی ہے یا نہیں سو کہیں بھی نہیں ہوتی۔ اِس نماز کے تو وقت سے دیر کرکے پڑھنے کی عادت ہوگئی ہے۔ بہتیروں کی تو قضا ہوتی ہے اور قضا نہ بھی ہو تو اتنی دیر تو ضرور ہی ہوجاتی ہے

کہ جس سے جماعت رہجاتی ہے۔ خوش ہیں کہ ہمنے روزہ رکھ لیا بڑا تعجب ہے کہ نماز کو چھوڑ دیا بھلا فقط روزہ اِسکے لئے کیسے کافی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنی بخشش کو اِسقدر بڑھا دیا کہ دس گُنا ثواب دینے کا وعدہ فرما دیا اور ہم اسقدر گُناہ کرتے ہیں کہ نیکیوں کو دس گُنا کر دینے پر بھی ہماری گُناہ ہی زیادہ رہتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ نیکیاں بڑھی رہتیں اور اِسکو بھی اگر جانے دیجئے تو برابر تو رہتیں کیونکہ اِس حالت میں بھی اونکے یہاں نیکیاں ہی زیادہ سمجھی جاتیں اِسلئے کہ اونکی مہربانی اونکے غصّہ سے بہت بڑھی ہوئی ہے تو جب بُرائیاں اور بھلائیاں دونوں برابر ہونگی تب بھی رحمۃ کے زیادہ ہونے کی وجہ سے بھلائیوں ہی پر نظر کریں گے۔ اور جب ہماری یہ حالت ہے کہ وہ تو ایک نیکی کو دس نیکیاں بنا دیتے ہیں اور پھر بھی ہمارے گناہ ہی بڑھے رہتے ہیں تو پھر ہمارا کیا حال ہونا ہے۔ اچھا اِسکو بھی جانے دیجئے اگر ہمیشہ ہم گناہوں کو گھٹا نہیں سکتے تو رمضان میں تو ایسا کر لیا جاوے تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ عبادت کا اثر اوسکے بعد گیارہ مہینہ تک رہتا ہے جو کوئی رمضان میں نیکی طبیعت پر زور دیکر بھی کر لیتا ہے تو اِسکے بعد آسانی سے نیکی کر سکتا ہے اور جو کوئی رمضان میں کسی گناہ سے بچا رہے تو تمام سال آسانی سے اُس سے بچ سکتا ہے اور اس مہینہ میں گناہ چھوڑ دینے کچھ مشکل نہیں کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ شیطان قید کر دیئے جاتے ہیں پس جب شیطان قید ہو گئے تو گناہ آپ ہی کم ہو جاوینگے اور اونکا چھوڑ دینا آسان ہو جائیگا۔ کیونکہ گناہ کی رغبت دلانے والی دو چیزیں ہیں ایک تو شیطان دوسرے نفس پس شیطان تو قید کر دیئے گئے اب صرف ایک نفس گناہوں کیطرف رغبت دلانے والا رہگیا پس ایک کو روک لینا آسان ہے پہلے کی طرح رمضان میں دونوں کے روکنے کی مشقت نہیں اوٹھانی پڑے گی۔ اِس ایک مہینہ میں یہ تکلیف اوٹھا لینی کوئی بڑی بات نہیں اور جب اس ایک مہینہ میں گناہ چھوڑے رکھو گے تو پھر تمام سال بچا رہنا آپ ہی آسان ہو جائیگا۔ غرض اِس مہینہ میں ہر عضو کو گُناہ سے بچایا جاوے ایک زبان ہی کے بتیس گُناہ ہیں جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ ایک اونمیں سے جھوٹ بھی ہے جسکو لوگوں نے ایسا بنا رکھا ہے جیسے ماں کا دودھ ہوتا ہے کہ اوس سے کوئی بچا ہوا نہیں ہوتا۔ اور جھُوٹ وہ چیز ہے کہ کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں اور پھر اوسکو مسلمان کیسا مزہ دار سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جھُوٹ کے ذرا سے لگاؤ ہو جانے سے بھی گُناہ ہو جاتا ہے۔ یہانتک کہ صحابیہ

رمضان کے مہینہ میں جو عبادت کرنیکا اثر تمام سال رہتا ہے

جھوٹ

رضی اللہ عنہا نے ایک بچہ سے بہلانے کے طور پر یوں کہا کہ لے یہاں آ و چیز دیں گے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ آجاوے تو کیا چیز دوگی - اوںھوں نے دکھایا کہ یہ کھجور ہے میرے ہاتھ میں فرمایا
اگر تمھاری نیت کچھ دینے کی نہوتی تو یہ گناہ لکھا جاتا - دیکھا آپنے جھوٹ ایسی بُری چیز ہے - خیر یہ تو بڑے
لوگوں کی باتیں ہیں اگر اس سے نہ بچ سکے تو جو کھلم کھلا جھوٹ ہے اُس سے تو بچنا چاہیئے اور پھر
خاصکر روزہ میں - دوسرا گناہ زبان کا یہ ہے کہ لوگوں کے پیٹھ پیچھے اونکی ایسی باتیں کرے جن سے
وہ بُرا مانیں اسے غیبت کہتے ہیں - لوگ یوں کہا کرتے ہیں کہ میاں ہم تو اُس کے مُنہ پر کہدیں - اجی
اگر مُنہ پر عیب بکالوگے تو کونسا اچھا کروگے ہاں اتنی بات ہے کہ اگر منہ پر بُرا کہوگے تو بدلا بھی پاوٗگے وہ
شخص تمہیں بُرا کہہ لیگا یا اپنے سے اُس دھبّہ کو مٹا دیگا - پیچھے بُرائی کرنا تو دھوکے سے مارنا ہے - یاد
رکھو جیسا کہ دوسروں کے مال کی قدر اور عزت ہے ایسی ہی بلکہ اُس سے زیادہ آبرو کی عزت ہے دیکھو نا جب
آبرو پر آبنتی ہے تو مال تو کیا چیز ہے جان تک کی پرواہ نہیں رہتی - تو جب دوسرے کے مال ہی پر ہاتھ
ڈالنا جائز نہیں تو آبرو پر ہاتھ ڈالنا کیسے جائز ہوسکتا ہے - مگر غیبت ایسی پھیل گئی ہے کہ باتوں میں
معلوم بھی نہیں ہوتا کہ غیبت ہوگئی یا نہیں اس سے بچنے کی ترکیب تو بس یہی ہے کہ کسیکا بھلا یا بُرا
کچھ بھی ذکر نہ کیا جاوے کیونکہ بھلائی کا ذکر بھی اگر کروگے تو شیطان دوسرے کی بُرائی تک پہونچا
دیتا ہے اور کہنے والا سمجھتا ہے کہ میں بھلائی کا ذکر کر رہا ہوں حالانکہ بُرائی کے ملجانے سے وہ بھلائی
بھی کری بے کری برابر ہوگئی - اجی حضرت آپکو تو اپنے ہی کام بہتیرے ہیں پہلے اونکو پورا کیجیئے آپ کو
دوسرے کی کیا پڑی اور گناہ ہونے کے سوائے غیبت میں کچھ مزہ بھی تو نہیں اور دنیا میں بھی نقصان
ہے کیونکہ جب دوسرا آدمی سُنیگا تو عداوت پیدا ہوجاویگی پھر آپ خود ہی سمجھ لیجئے کہ اِسکا کیا اثر ہوگا -
اسی طرح زبان کے بہت گناہ ہیں سب سے بچنا ضروری ہے - اور ایک گناہ روزہ کے ساتھ خاص ہے
وہ یہ ہے کہ حرام مال سے روزہ افطار کیا جاوے - بڑے تعجب کی بات ہے خیال تو کیجئے کہ اِس
مہینہ میں حلال کھانا بھی ایک وقت میں حرام ہوگیا پھر یہ کون عقل کی بات ہے کہ دن بھر تو اوسے
لوگ چھوڑے رہیں اور شام کو حرام سے افطار کریں - اصل میں بات یہ ہے کہ بعض لوگوں نے خبط
میں ڈالدیا ہے - یوں کہتے ہیں کہ رزق حلال تو پایا نہیں جاتا سوائے اسکے کہ دریا میں سے مچھلی
شکار کرکے کھائی جاوے یا سبزی کھاکر یا گھانس چرکر پیٹ بھرلیا جائے - اور اِسکے بارہ میں کچھ قصے

ف: غیبت

ف: غلطی ان لوگوں کی جو کہتے ہیں کہ حلال رزق نہیں ملتا۔

مشہور کیے ہیں وہ ایک بزرگ کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ اونکا بیل لڑتے لڑتے دوسرے کے کھیت میں چلا گیا تو اونھوں نے اُس کھیت کا غلہ کھانا چھوڑ دیا کہ نہ معلوم دوسرے کے کھیت کی مٹی جو میرے بیل کے کھُر میں لگ کر بلا اجازت چلی آئی کون سے دانہ میں شامل ہوگئی۔ اگر یہ قصہ سچا ہے تو وہ اونکا حال تھا اوسکی وجہ سے وہ مجبور تھے دوسروں پر ایسا کرنا ضروری نہیں۔ اگر خود اپنے اختیار سے ایسا کرے تو یہ تقوے کا ہیضہ ہو جب اتنے شبہ کو بھی حرام میں داخل سمجھا جائیگا اور ظاہر ہے کہ اس سے بچنا مشکل ہے تو گمان یہ ہوگا کہ حرام سے بچنا مشکل ہے تو پھر یہ کہنا پڑیگا کہ سب کے سب حرام میں پھنسے ہوئے ہیں اور حلال کو بالکل چھوڑ رکھا ہے میں کہتا ہوں کیا سب مولوی حرام کھاتے ہیں۔ ایک بزرگ تھے مولانا مظفر حسین صاحب۔ اونکی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی اونکو حرام مال دھوکے سے بھی کھلا دیتا تھا تو قے ہو جایا کرتی تھی لیکن پھر بھی وہ دونوں وقت کھانا کھاتے تھے۔ اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حلال بھی دنیا میں ضرور ہے ورنہ وہ کیا کھاتے تھے اور اگر حرام مال ہی کھاتے تھے تو طبیعت کو حرام سے یہ نفرت نہیں ہو سکتی تھی۔ تو پھر کہنا پڑیگا کہ ہمیشہ قے ہی کیا کرتے ہونگے اور اسکا غلط ہونا ظاہر ہے غرض دنیا میں حلال بھی ہے حرام بھی ہے اگر مسئلے پوچھتے رہیں تو سب معلوم ہو جائیں مگر لوگ پوچھتے ہی نہیں اور اِسی کا سارا فساد بھی ہے کہ لوگوں نے پوچھنا چھوڑ دیا جو جی میں آیا کرتے رہے یہانتک کہ اوسکی عادت ہوگئی اب جو کسی نے حرام چیز سے منع کیا تو اوسکا چھوڑنا نہایت دُشوار معلوم ہوا بس کہدیا کہ میاں یہ لوگ تو خواہ مخواہ بھی حلال کو حرام ہی کہا کرتے ہیں۔ اونکی تو غرض یہی ہے کہ مال نہ بڑھے اور مسلمان مالدار نہوں۔ بس ہوتے ہوتے یہ ذہن میں جم گیا کہ اِنکے یہاں تو سب چیز حرام ہی ہے حلال کوئی چیز بھی نہیں اور اِس سے حلال چیزوں کو بھی حرام ہی سمجھنے لگے اور خوف سے مولویوں کے پاس جانا چھوڑ دیا کہ دیکھا چاہیئے کہ ہمارے کس معاملہ کو حرام بتا دیں اور یہہ خیال کر لیا کہ اگر کسی معاملہ کو حلال بھی بتلائینگے تو وہ ہماری خاطر ہی سے کہدینگے اور ہوگا تو وہ حرام ہی کیونکہ حلال کا تو پتہ نہیں سو یہ خیال بالکل غلط ہے جسکو مولوی حلال بتلادیں وہ خدا کے نزدیک حلال ہے اور جسکو حرام بتادیں وہ خدا کے نزدیک حرام ہے۔ شیطان کے بہت جال ہیں اُنمیں سے ایک یہ بھی ہے کہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ یہ سب حرام ہے۔ پھر بعض لوگ حرام حلال میں خواہ مخواہ شبہ کر کے حلال کو بھی چھوڑ دیتے ہیں کہ جب اسمیں شبہ ہوتا ہے تو چھوڑ ہی دو چاہے مولوی کتنا کہیں کہ یہ

حلال ہے۔ خیال تو کرو وہ کوئی ظالم نہیں ہیں کہ ناجائز کو جائز بتلا کر خواہ مخواہ تمکو گناہ میں ڈالدیں وہ جائز ہوگا جب ہی تو وہ تمکو بھی جائز بتلاتے ہیں۔ - اور یہ خیال مت کرو کہ حلال موجود ہی نہیں مولویوں سے پوچھتے رہا کرو پھر جس بات سے وہ منع کیا کریں اوسے ہمت کر کے چھوڑ دیا کرو اور اگر نفس کم ہمتی کرے تو اوسے یہ سمجھاؤ کہ دنیا کے بادشاہوں کی تو فرمانبرداری تو کرتا ہے پھر جو سب سے بڑا بادشاہ ہے اوسکی تابعداری کیسے نکریگا اوسکے حکم کو تو ضرور ہی ماننا چاہیئے اور جب تم خود اپنی ہمت مضبوط کرلوگے تو دوسرے لوگ بھی تمکو اُس سے نہ روکینگے۔ لوگ تو سب مان جاتے ہیں آدمی پکا چاہیئے۔ - اور خود اللہ تعالے ایسے سامان کر دیتے ہیں جس سے اونکے حکموں پر چلنا آسان ہوجاتا ہے۔ خیال کر لیجیے کہ حاکم جب کسیکو مشکل کام کا حکم دیتا ہے تو خود اوسکی مدد بھی کیا کرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ دل کو مضبوط کر لو اور پکا ارادہ کر لو کہ ہم کوئی کام بلا پوچھے نکرینگے۔ ہاں اس پوچھنے سے بعض باتیں ناجائز بھی نکلیں گی جس سے آمدنی کم ہوجائیگی مگر اُس سے گھبرانا مت کیونکہ اس کم میں ہی برکت ہوگی جب چاہو آزما لو اور برکت ہونے کے یہ معنی نہیں کہ تھوڑی چیز زیادہ ہوجاتی ہے کہ بازار سے تو لائے ایک من۔ - اور گھر پر آکر اوترے دو من۔ - اگرچہ کبھی ایسا بھی ہوجاتا ہے۔ ایک سچے شخص نے مجھسے بیان کیا کہ وہ مسجد بنواتے تھے اور ایک تھیلی میں روپیہ رکھتے تھے اور کام اونھوں نے شروع کرا دیا تھا جب ضرورت ہوتی اوسی تھیلی میں سے ہاتھ ڈالکر نکال لاتے یہانتک کہ سب کام بنگیا حساب جو لگایا تو جتنا روپیہ تھا اُس سے کم نہیں ہوا۔ لیکن یہ بہت کم ہوتا ہے زیادہ تو برکت کی یہ صورت ہوتی ہے کہ جو کچھ تمھاری آمدنی ہے وہ سب تمھارے خرچ میں آئے بیکار خرچ نہو نہ بیماری میں خرچ ہو نہ فضول خرچیوں میں نہ فضول مقدموں میں۔ - نہ بیکار تکلف کی چیزوں میں خراب ہو۔ جو کچھ بھی تمھاری آمدنی ہو وہ تمھاری ہی ذات پر خرچ ہو۔ ایسی تھوڑی آمدنی اُس زیادہ آمدنی سے اچھی ہے کہ تمھارے اوپر خرچ نہو۔ - اور آخر میں میں کہتا ہوں کہ برکت بھی نہ سہی خود اللہ میاں کی خوشنودی ہی کیا کچھ کم ہے اوسکے سامنے تو تمام دنیا کی چیزوں کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ اجی اللہ میاں ملیں پھر کیا حقیقت ہے کسی چیز کی۔ مال و دولت کے مقابلہ میں کیا اللہ میاں کی کچھ عزت نہیں سمجھتے ہو دُنیا کے بادشاہوں کی رضامندی کیواسطے کتنے کتنے سفر کرتے ہو اور کیا کیا خرچ کرنا پڑتا ہے تب کہیں وہ رضامند ہوتے ہیں اور وہ بھی تھوڑی دیر کیلئے

کیونکہ ذراسی بات پر بگڑ جاتے ہیں اور اللہ میاں ایسے مہربان ہیں کہ فرماتے ہیں کہ ہم شکر کرنیوالے ہیں اس لفظ کو ذرا خیال تو کیجیئے اگر کوئی شخص بادشاہ کے سامنے کوئی لیجائے اور بادشاہ اوسکی منظوری یا نامنظوری کچھ ظاہر نکرے مگر ہاں اوسمیں کوئی عیب بھی نہ نکالے اور صرف اپنے خزانچی کو حکم دیدے کہ اسے رکھہ لو تو لیجانیوالے کے دماغ آسمان پر پہونچ جاویں گے اور سُناتا پھریگا کہ بادشاہ نے ہمارا ہدیہ رکھہ لیا۔ اور اللہ میاں کو دیکھیئے کہ ہم اونکے یہاں اپنے عمل لیجاتے ہیں اور وہ اُن پر شکر کرتے ہیں اور تعریف کرتے ہیں اور پھر یہ بھی تو دیکھیئے کہ ہمارے عمل ہیں کس قابل

ہماری نماز کی حالت

ایک نماز ہی کو لے لیجیئے کہ کھڑے تو ہوتے ہیں اللہ میاں سے باتیں کرنیکو اور دل ہی دلمیں تمام جہان سے باتیں کرنے لگتے ہیں۔ کہیں کسی چیز کا خیال ہے کہیں کسی چیز کا دھیان ہے ہماری حالت ایسی ہے کہ ایک بادشاہ نے صرف اپنی مہربانی سے اپنے غلام کو دربار میں آنے کی اجازت دی اور جب خود نہ آیا تو پکڑوا کر بلوایا اور جب پکڑے ہوئے دربار میں پہونچے تو بادشاہ نے مہربانی کی اور محبت سے باتیں کیں تاکہ ساری رعایا میں اسکی عزت ہو جاوے بس ہماری بھی یہی حالت ہے کہ وہ زبردستی اپنے دربار میں ہمیں بلاتے ہیں صرف ہمارے نفع کے لئے اونکا کچھ نفع نہیں اور

یہی ہماری نماز ہے اس پر سزا نہ ہو تو بڑی رحمت ہے

جب دربار میں پہونچے تو کیا کیا کہ پہونچتے ہی تو مُنہ پھیر کر کھڑے ہو گئے اور کانوں میں اونگلیاں دے لیں مگر بادشاہ تو ایسا مہربان ہے کہ اسپر بھی خفا نہیں ہوتا بلکہ اپنے خادموں کو حکم دیتا ہے کہ اس بیوقوف کی اونگلیاں کانوں سے نکالدو بلکہ ہاتھ باندھ دو کہ پھر اونگلیاں کانوں میں نہ دے سکے اور مُنہ اوسکا ہماری طرف کردو اور بادشاہ جلدی سے مہربانی کے ساتھ باتیں کرنے لگے تاکہ ایکدفعہ تو اوسکے کان میں پڑ جائیں مگر یہ تو قسم کھا کر چلے ہیں کہ اولٹا ہی کریں گے بس اونھوں نے چٹ سے پھر اونگلیاں کانوں کی طرف بڑھائیں مگر ہاتھ بندھے ہوئے تھے اسوجہ سے مجبور ہو گئے مگر انھیں یہ خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں محبوب کا کلام کان میں نہ پڑ جائے اس لئے اوس جگہ سے بھاگ کر گھوڑوں کے بندھنے کی جگہ جا پہونچے اور وہاں گھوڑے کے پاس چھپگئے۔ وہاں آدمی پکڑنے کے لئے پہنچا تو آپ وہاں سے نکلکر گدھے کے پاس چھپگئے۔ غرض ایک گھنٹہ بھر یہی حالت رہی کہ یہ بھاگا کئے اور بادشاہ کے نوکر بلکہ خود بادشاہ ان کے پیچھے پھرا کیا مگر یہ اپنی نالائقی سے نہ باز آئے۔ اب آپ بتلائیے کہ یہ شخص کس سزا کے لائق ہے یا اب بھی بادشاہ کو اوسپر رحم آنا چاہیئے اسکی تو یہ سزا

تھی کہ جب پہلی ہی مرتبہ اُس نے نالایقی کی تھی اُسی وقت اوسکو مجرم بناکر دربار سے نکالدیتے اور کبھی دربار میں آنے کی اوسکو اجازت نہ ہوتی اور بادشاہ کی ہتک کرنے کی سزا دیجاتی بس اب ہم دیکھ لیں کہ ہماری تو اس غلام کی سی حالت ہے اور اللہ میاں کا ہمارے ساتھ کیسی مہربانی کا برتاؤ ہے۔ اونکی طرف سے تو حاضری کی ہر وقت اجازت ہے جب جی چاہے نفل نماز پڑھو سوائے دو تین وقت کے کہ اونمیں تو اجازت نہیں جیسے کہ سورج نکلنے کے وقت اور مثل اسکے باقی سب وقتوں میں اجازت ہے مگر ہمیں توفیق نہیں ہوتی کہ اس اجازت کو غنیمت سمجھیں یہانتک کہ پکڑ کر بلانے کی نوبت پہونچی یعنی فرض نماز کا وقت آیا۔ ہم تب بھی کاہلی کے ساتھ گرتے پڑتے پہونچے۔ برُا بھلا وضو کیا اور مجبوری سے نماز کی نیت کی یعنی سامنے باتیں کرنے کو کھڑے کئے گئے کھڑے ہوتے ہی ایسا منہ پھیرا کہ کچھ خبر نہیں رہی صرف زبان سے لفظ پڑھ رہے ہیں دھوکا دینے کے واسطے بادشاہ کی تعریف کر رہے ہیں یعنی سبحانک اللھم پڑھا۔ اللہ میاں نے اس منہ پھیرنے پر نظر کی اور باتیں کرنی شروع کیں۔ الحمد شریف کی ہر آیۃ پر جواب دینا شروع کیا جیسے کہ حدیث میں آیا ہے۔ ہمارے کان میں جو ذرا سی بھنک اونکے جواب کی پڑی تو ایسے بھاگے کہ سیدھے گھر آکر دم لیا کبھی بیوی کے پاس کبھی بچوں کے پاس کبھی مکان میں پھرا کئے کبھی کہیں کا خیال کبھی کہیں کا غرض یہی مسخراپن کرتے رہے یہانتک کہ بڑی مشکل سے دربار کی حاضری ختم تک پہونچی یعنی سلام پھیرا۔ کہ بڑی خیر ہوئی کہ بادشاہ کی ہمکلامی سے بچگئے جانے وہ کاٹ کھاتا یا کیا کرتا مگر یہ خبر نہیں کہ ہمکلامی ہو جاتی تو کیا کچھ ملتا صاحبو اب ان گستاخیوں بھری ہوئی نماز سے ہمکو وہی سزا ملنی چاہئے جو اُس غلام کو ملنی چاہئے تھی کہ اگر ایک دفعہ بھی ہم ایسی نماز پڑھتے تو کبھی اللہ میاں کے یہاں ہمکو گھُسنے نہ دیا جاتا اور دربار سے نکلتے ہی فوراً حکم جاری ہو جاتا کہ اسکو ہمیشہ کیواسطے جیلخانہ بھیجدو مگر اب اونکی مہربانی کو دیکھئے کہ حکم فرمایا تو یہ فرمایا کہ کان سعیکم مشکورا کہ اس نے بہت اچھی طرح کام کیا۔ ہمارے لئے مرجانے کی بات ہے جیسا ہمنے اچھا کام کیا ہے اوسکو تو ہمارا دل ہی خوب جانتا ہے اور جو لوگ وہاں حاضر تھے اُنھوں نے بھی خوب دیکھا تھا مگر وہ مہربانی سے فرمارہے ہیں کہ بہت اچھی طرح کام کیا بلکہ جو لوگ وہاں حاضر تھے اور اُنھوں نے ہمارے کام کو دیکھا تھا اونکے سامنے ہماری شرم رکھنے کیواسطے فرماتے ہیں کہ انکی برائیوں کو ہم نیکیوں سے

بدلے دیتے ہیں۔ یہ بیوقوف ہے۔ گو اس نے کتنی ہی گستاخیاں کیں مگر ہم اس آنے کو بھی حاضری میں
لکھے لیتے ہیں اور اسکی وہی عزت کیجائیگی جو تمیز کے ساتھ آنے والے کی کیجاتی ہے۔ اب فرمائیے کہ
اگر ایک مرتبہ ایسا معاملہ بادشاہ کسی کے ساتھ کرے تو کیا دوبارہ اُس شخص کی ہمت پڑسکتی ہے کہ پھر
اس بدتمیزی سے دربار میں جاوے ہرگز نہیں بلکہ شرم کی وجہ سے سر سے پیر تک پسینہ میں ڈوب
جائیگا اور ایسا کرنے کی کبھی ہمت نہوگی مگر ہم ایسے ناشکرے ہیں کہ ایک دو دفعہ کیا معنی سیکڑوں
بار بلکہ ہر روز پانچ بار یہی بدتمیزی کرتے ہیں مگر ادہر سے کچھ بھی اسکا خیال نہیں کیا جاتا اور اسپر طرّہ
یہ ہے کہ ایک تو ہمارے یہ عمل لنگڑے لولے ہیں ہی دوسرے اِن پر پابندی بھی نہیں کرتے بلکہ
اور اولٹے ناجائز کام کرتے ہیں۔ صاحبو ذرا شرماؤ اور نیک کام کرو اور حرام سے بچو خاصکر رمضان
کے مہینہ میں۔ یہ تو روزہ کے اندر جو خرابیاں کر رکھی ہیں اونکا بیان تھا۔ اب ایک عمل خاص رمضان کا
اور ہے جیسے دِن کا عمل روزہ ہے ایسے رات کا عمل تراویح ہے اوسمیں یہ خبط کر دیا ہے کہ تراویح کی
بیس ۲۰ رکعت گنتی میں تو پوری کر لیتے ہیں مگر یہ پتہ نہیں چلتا کہ اوسمیں توریت پڑھی جاتی ہے یا انجیل
پڑھی جاتی ہے اِتنا تیز پڑھتے ہیں کہ یا تو شروع کا حرف سمجھ میں آتا ہے یا رکوع میں جانے کے
وقت جو اللہ اکبر کہتے ہیں وہ سمجھ میں آتا ہے۔ ایک حافظ کا قصہ ہے کہ قرآن شریف پڑھتے پڑھتے
جہاں بھولے وہاں اپنی طرف سے بناکر پڑھ دیا۔ مدتوں تک بڑی تعریف ہوتی رہی کہ اونکو کہیں
متشابہ بھی نہیں لگتا۔ لا حول ولا قوۃ۔ صاحبو اللہ میاں کو دھوکا مت دو جیسے کہ پوری بیس ۲۰
رکعت گناتے ہو ایسے ہی انھیں ڈھنگ سر بھی تو کر لو۔ ایک یہ ظلم ہوتا ہے کہ حافظ نمازیوں کو بھگاتا
ہے اِتنی اِتنی لمبی رکعتیں کرتا ہے کہ کوئی ٹھہر ہی نہ سکے پانچ پانچ سیپارہ ایک ایک رکعۃ میں بھلا
پھر کون رُکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ خوشخبری سُناؤ اور نفرت مت دلاؤ اور آسانی
کرو اور تنگی میں مت ڈالو ہاں ایسا ہی شوق ہے تو تہجد میں جتنا چاہو پڑھو اور اگر اور کسیکا بھی شریک
ہونے کو دِل چاہے تو اوسمیں شریک ہو جاوے مگر اِس میں بھی امام کے سوا تین ۳ سے زیادہ آدمی
جماعت میں نہوں کیونکہ کتابوں میں اسکو بھی مکروہ لکھا ہے۔ بعضے لوگ ایک ہی رات میں پورا
قرآن ختم کرتے ہیں جسے شبینہ کہتے ہیں۔ اِسمیں تو کئی بدعتیں ہیں غور کرکے دیکھ لیجئے کہ اِس میں
دِکھلاوہ کی نیت ہوتی ہے جو اوسکا انتظام کرتا ہے اوسکی بھی یہی نیت ہوتی اور امام اور سُننے والوں

تراویح میں جو خرابیاں کر رکھی ہیں اون کا بیان۔

شبینہ میں جو خرابیاں کر رکھی ہیں اون کا بیان۔

کی بھی امام تو تعریفوں کے اُمیدوار رہتے ہیں کہ جہاں سلام پھرا اور لوگوں نے منہ پر تعریف کردی تو خوش ہوگئے اور اگر کسی نے تعریف نکی تو بڑھا بھی نہیں جاتا حدیث شریف میں حکم کیا ہے کہ تعریف کرنے والے کے مُنہ پر خاک جھونکدو اور جو امام ہوتے ہیں اونپر بھی اس تعریف کا اثر ہوتا ہے یہانتک کہ بعض امام تو تعریف کرانے کو لقمہ تک نہیں لیتے اپنا ہی پڑھے چلے جاتے ہیں اس خیال سے کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ اچھا یاد نہیں اور جو لوگ انتظام کرتے ہیں وہ تو نماز میں آنکر شامل بھی نہیں ہوتے اونھیں چائے پانی ہی سے فرصت نہیں ہوتی۔ میں پوچھتا ہوں کہ شبینہ چائے پانی کے لئے کیا ہے یا قرآن شریف سُننے کے لئے بس معلوم ہوا غرض اونکی یہ ہے کہ لوگ جان لیں کہ ہمارے یہاں فلانی مسجد سے اچھا انتظام رہا۔ بس چائے پانی اچھا رہا مگر اصل چیز تو چھوٹ گئی۔ اب رہے سننے والے تو انصاف سے کہدیجئے وہ قرآن شریف سُننے کے لئے آتے ہیں یا نماز کے ساتھ دل لگی کرنیکو کچھ کھڑے ہیں کچھ بیٹھے ہیں کچھ کبھی کھڑے ہو جاتے ہیں کبھی بیٹھ جاتے ہیں۔ کبھی کچھ لوگ بیٹھ بھی نہ سکے تو نیت توڑ کر لیٹے لیٹے سُن رہے ہیں۔ اور کریں بھی کیا بیچارے گھنٹوں تک کیسے کھڑے رہ سکتے ہیں۔ اور بعضے جو ہمت کر کے کھڑے بھی ہیں تو امام کی غلطیوں کو چھوڑتے جاتے ہیں خواہ وہ کیسی ہی غلطی کرتا چلا جائے بتلا نہیں سکتے کیونکہ سمجھتے ہیں کہ بتلانے سے حرج ہوگا اور قرآن شریف ختم ہونے سے رہجائیگا۔ اور بعضے یہ غضب کرتے ہیں کہ نماز میں تو شریک نہیں ہوتے ویسے ہی بیٹھے بیٹھے امام کو لقمہ دیئے جاتے ہیں اس صورت میں اگر امام نے لقمہ لے لیا تب بھی نماز سب کی ٹوٹ جاوے گی اور اگر نہ لیا تو غلطی رہ گئی اور غلطی سے اگر معنے خراب ہو گئے تب بھی نماز درست نہ ہوگی اب ان سُننے والوں کی ساری محنت بیکار گئی مفت میں بیچاروں کو تکلیف بھی ہوئی غرض کہ ایسی حالۃ میں اگر لقمہ لیا تب بھی نماز نہوگی اور اگر نہ لیا تب بھی درست نہ ہوگی۔ اب ان سب حالتوں کو ملاکر آپ ہی کہدیجئے کہ یہ نماز ہے یا کھیل ہے اور جب شرع کے قاعدہ سے نماز ہی نہ ہوئی تو پھر قبول تو کیا ہوتی اور ایک خرابی شبینہ میں یہ بھی ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نفل کی جماعت کرتے ہیں کیونکہ بعض ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اسکو تراویح کی جماعت میں کر سکتے ہوں زیادہ نمازی تو

ایسے ہی ہوتے ہیں کہ اُن سے یہ نہیں ہوسکتا کہ اول سے آخر تک شریک رہیں اور اوسمیں تراویح کو پوری کریں اسلئے اوّل سب امام اور مقتدی تراویح علٰحدہ پڑھ لیتے ہیں اور پھر نفلونمیں پڑھتے ہیں اور نفلوں میں جماعت مکروہ ہے۔ غرض کہ بہت سی خرابیاں شبینہ میں کر رکھی ہیں اونمیں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض حافظ اپنا اپنا پڑھنے کے بعد آنکر شریک ہوتے ہیں تاکہ امام کو غلطی میں ڈالیں اور اودسے چکرادیں یہاں توآپ کہدینگے کہ یہ سُننے کو آتے ہیں اِسمیں تو کچھ بے ادبی نہیں ہے مگر ذرا نیت تو دیکھ لو اور اسی قسم کی بہت سی بدعتیں اسمیں شامل کر رکھی ہیں ہاں اگر شبینہ میں تمھاری صرف یہی نیت ہو کہ قرآن شریف پورا ہوجائے تو اچھی بات ہی مگر نیت کو اچھی طرح دیکھ لیجیو کہ اوسمیں دکھاوٹ وغیرہ اور تو کچھ نہیں مل رہا ہے اور اسکی شہرت بھی ندو کہ ہمارے یہاں شبینہ ہوگا ورنہ پھر وہی دکھلاوہ ہوجاویگا خالص نیت نہ رہیگی اور جتنی ہمت ہو قرآن شریف پڑھو امام کو گڑبڑ میں نہ ڈالو اور جتنی خرابیاں کر رکھی ہیں اُن سب سے بچے رہو۔ ایک بدعت رمضان میں یہ کر رکھی ہے کہ حافظ گھروں میں جاکر غیر عورتوں کو محراب سُناتے ہیں اسمیں بہت سی خرابیاں ہیں۔ ایک یہ کہ غیر مرد جب خوش آوازی سے پڑھے تو اوسکی آواز عورت کو سُننا ایسے ہی منع ہے جیسے کہ مرد غیر عورت کی آواز سُنے اور رواج یہی ہے کہ خوش آواز مرد تلاش کئے جاتے ہیں اور حافظ صاحب بھی مردوں کی جماعت میں تو شاید سادہ سادہ ہی پڑھے مگر عورتوں میں خوب بنا بنا کر پڑھتے ہیں بھلا عورتوں کو جماعت کی کونسی ضرورت ہو اپنی اپنی الگ پڑھیں اور اونھیں کچھ محراب سُننے کی بھی ضرورت نہیں اگر حافظ ہیں تو تنہا تنہا اپنی تراویح میں ختم کرلیں اور اگر حافظ نہیں تو الم ترکیف سے پڑھ لیں اور ایسا ہی شوق ہے تو روز مرّہ جتنا ہو سکے ناظرہ قرآن پڑھ لیا کریں۔ غیروں کی خوش آوازی سُننے میں کیوں روپیہ خرچ کرکے گناہ مول لیتی ہو۔ دوسری بدعت اِسمیں یہ کر رکھی ہے کہ حافظ کو اُجرت دیکر قرآن شریف پڑھوایا جاتا ہے اور عبادت پر اُجرت لینی حرام ہے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ قبر پر حافظ کو مقرر کرنا جائز نہیں کیونکہ اوسمیں بھی تو یہی بات ہے کہ عبادت پر اُجرت لیجاتی ہی۔ اِسپر بعض لوگ کہدیا کرتے ہیں کہ صاحب مولویوں کو کیا ہوگیا ہے کہ مُردہ کو ثواب پہونچانا ہی بند کرادیا۔ ہم کہتے ہیں کہ اسکا ثواب ہی نہیں پہونچتا پھر بند کیا کرادیا۔ کیونکہ ثواب پہونچنے کی صورت تو یہ ہوتی ہے

غیر عورتوں کو قرآن شریف تراویح میں سنانا برائی سے خالی نہیں۔

مردوں کی قبر پر اجرت دیکر قرآن شریف پڑھوانا حرام ہے۔

کہ ادا کرنے والے کو ثواب ملتا ہے پھر اوسکو اختیار ہے جسے چاہے بخشدے جیسے اپنا مال جسے چاہے دیدے اور یہاں خود ہی کو ثواب نہیں ملا تو دوسرے کو کیا بخشیگا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم حافظ کو تراویح میں محراب سُنانے کی اُجرت نہیں دیتے اور اِسی وجہ سے ہم پہلے سے ٹھہراتے بھی نہیں کہ اتنے روپیہ دینگے مگر آپکو یہ نہیں معلوم کہ جو بات کا رواج ہے اوسکا ٹھہرانا بے ٹھہرانا سب برابر ہے اگر حافظ صاحب کو کسی طرح معلوم ہوجاوے کہ یہاں کچھ نہ ملیگا تو درمیان رمضان میں ہی حافظ صاحب چھوڑ کر بیٹھ رہیں ہاں اگر دینے کا رواج نہ ہوا ور کچھ ٹھہرایا بھی نہ جاوے تو اسحالت میں جو کچھ دیا جاوے اوسمیں کچھ حرج نہیں بلکہ حافظوں کو ویسے ہی دیتے رہا کرو اب اِسطرح دینے کی تو عادت نہیں رہی اِسوجہ سے اُن بیچاروں کی نیتیں خراب ہوگئیں اگر اونھیں بلا مانگے اور بلا حیلہ کئے ہی دیدیا جایا کرے تو یہ نوبت کاہیکو آئے۔ ایک طالب علم کا قصہ ہے کہ وہ ایک جگہ پڑھنے گئے کھانا مقرر نہوا اتفاق سے ایک موت ہوگئی اوروں کیلئے تو غمی تھی مگر اِس بیچارہ کے لئے عید کا دِن آگیا۔ اِنکا کھانا چالیس دِن کے لئے مقرر ہوگیا اونھوں نے اسکو غنیمت سمجھا جب چلہ ختم ہونیکو آیا تو انھیں فکر ہوئی کہ پھر وہی فاقہ آتا ہے اِتفاق سے چلہ ختم بھی نہوا تھا کہ ایک اور موت ہوگئی اِنکے ایک چلہ کا سامان اور ہوگیا غرض اسی طرح کئی موتے موتی ایک کے بعد دوسرا ہوکر لُھڑک گئے اِن طالب علم کو چاٹ لگ گئی اور ہروقت اِنتظار میں رہنے لگے کہ کسی طرح کوئی مرے۔ ایکروز ایک شخص نے کہا یہ طالب علم سارے محلہ کو اسی طرح کھا جائیگا ورنہ اسکا کھانا کردو۔ کہیں اِسطرح بھی اللہ میاں پہونچاتے ہیں غرض یہ نوبت بدنیتی کی کاہے سے پہونچی صرف اسوجہ سے کہ حقداروں کی خبر نہیں لیتے یوں تو کبھی سالن بھی ڈھنگ کا نہ ملے۔ ہاں جمعرات کے دِن حلوے آجائینگے۔ اور جو کوئی مولوی کہتا ہے کہ جمعرات ہی کیساتھ کھانے دینے کو کیوں خاص کر رکھا ہے تو بُرا معلوم ہوتا ہے صاحبو سوچو تو کیا آٹھ دِن کا کھانا ایک دن کھا سکتے ہو۔ طالب علم غریب نے کیا قصور کیا ہے کہ ہفتہ بھر تک تو فاقہ کراؤ اور ایک دِن اِتنا لاکر رکھدو کہ کھا نہ سکے۔ چاہیئے کہ اونکی خدمت کرتے رہا کرو تاکہ اونکی نیت نہ بگڑے مگر لوگ ایسا نہیں کرتے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ دین کی خدمت کرنے والوں کو لوگ حقیر سمجھتے ہیں اِس لئے نہ اونکی کچھ عزت کیجاتی ہے نہ اونکے ساتھ کچھ سلوک کیا جاتا ہے اور اِسی وجہ سے رواج ہوگیا ہے کہ اذان کہنے کیلئے

وہی مقرر ہوتا ہے جو کسی کام کا نہو لُولے لنگڑے اپاہج جو کسی کام کے نہیں وہ اذان کہنے کا پیشہ لے بیٹے ہیں پھر کوئی اونکی خبر لیتا ہے نہیں اسوجہ سے اونکی نیتیں بگڑ گئیں - ایک مُردہ کا چادرہ کسی نے ایک فقیر کو دیدیا تھا اذان دینے والے کو جو خبر لگی تو فوراً پہونچے کہ واہ صاحب میرا حق اوسکو دیدیا خدا خدا کرکے تو یہ دن آتا ہے اوسمیں بھی ہمارا حق اوروں کو دیدیتے ہو۔ بیشک یہی بات ہی بہت انتظار کے بعد یہ دن نصیب ہوتا ہے مگر اسمیں اوسکا قصور نہیں بلکہ محلہ والوں کا قصور ہے اونھوں نے یہ نوبت کیوں پہونچائی اگر ہم لوگ مقرر کرلیں کہ گیارہ مہینہ میں جہاں اپنے لئے کپڑے بناتے ہیں ایک کپڑا اونکو بھی بنادیں اور جہاں آپ کھاتے ہیں کبھی کبھی اونکی بھی دعوت کردیا کریں اور اپنے خرچ کے روپیوں کیساتھ اونکے لئے بھی کچھ روپیہ نکالدیا کریں غرض کہ رمضان کے سوا اور مہینوں میں بھی حافظوں کی برابر خبر گیری کرتے رہا کریں پھر رمضان شریف میں اونسے کہا جاوے کہ قرآن شریف سُنادیجئے تو کیا نہیں سُنادیں گے۔ ضرور خوشی کے ساتھ منظور کرلینگے اور اسمیں کچھ بھی خرابی نہوگی کیونکہ اب عبادت پر اُجرت ہی نہیں رہی غرض اُجرت پر حافظ سے قرآن شریف پڑھوانا جائز نہیں اور ایسی ہی عورتوں کو گھروں میں سنانا مناسب نہیں اور عورتوں کو پُورا قرآن سُننے کی کیا حاجت ہے شرع نے اونپر فرض تو کیا نہیں تو اونکے ذمہ کچھ ضرور نہیں بس الم تر کیف سے تراویح پڑھ لیا کریں اور اسمیں ایک خرابی اور بھی ہوتی ہے کہ جب ایک جگہ حافظ عورتوں کے سُنانے کو مقرر کیا جاتا ہے تو سارے محلہ سے عورتیں آکر جمع ہوتی ہیں اور عورت کو بغیر ضرورت کے گھر سے نکلنا جائز نہیں حدیث شریف میں آیا ہے کہ عورت چھپانے کی چیز ہے تو پھر یہ عورتوں کا جمع ہونا درست نہوا کیونکہ اونکو محراب سُننا کوئی ضروری نہیں - ایک بدعت رمضان شریف میں یہ کررکھی ہے کہ قرآن شریف کے ختم کے روز بہت سے چراغ جلاتے ہیں اور ضرورت سے زیادہ روشنی کرتے ہیں - لوگ کہتے ہیں کہ اس سے دین کی رونق زیادہ ہوتی ہے - ہم کہتے ہیں کہ رمضان ہی میں دین کے رونق دینے کی ضرورت ہے یا باقی تمام مہینوں میں بھی تو پھر ہمیشہ بہت سے چراغ جلایا کیجئے - یا یوں کہئے کہ اور دنوں میں ہیں دین کے چھپانے کا حکم ہے خوب جان لیجئے کہ رونق اور عزت نیک کاموں ہی سے ہوتی ہے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ سنا ہوگا کہ جسوقت شام کے مُلک میں گئے ہیں اور

ختم کے دن زیادہ چراغ جلانے میں کیا کیا خرابیاں ہیں

رونق دین کی دین ہی سے ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ

عیسائیوں کے شہر کے پاس پہونچے تو کپڑوں میں پیوند لگے ہوئے تھے اور آپکی سواری کا اونٹ ساتھ تھا مگر اوسپر خود سوار نہ تھے بلکہ آپکا غلام اوسپر سوار تھا لوگوں نے کہا کہ یہاں اپنا مرتبہ اور عزت دکھانیکا موقع ہے کم سے کم گھوڑے پر سوار ہو جائیے۔ آپنے اونکے بہت کچھ کہنے سننے سے منظور کرلیا جب سوار ہوئے تو گھوڑے نے کُودنا اُچھلنا شروع کیا۔ آپ فوراً اُتر پڑے کہ اِس سے نفس میں بڑائی اور خود پسندی پیدا ہوتی ہے اور اونھوں نے جو عزت ظاہر کرنیکی ضرورت بیان کی تھی اوسکے جواب میں فرمایا کہ ہم وہ قوم ہیں کہ دین ہی سے ہماری عزت ہے۔ بھلا چراغوں سے کہیں دین کی عزت ہو سکتی ہے دین کی عزت تو دین ہی سے ہے۔ دین کی باتوں کی پوری پابندی کرو۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی اور شخص تمھارے سوا مسجدوں میں زینت اور رونق کردے تو کیا تمکو اس سے ایسی خوشی ہوگی جیسے کہ اپنا خرچ لگاکر زینت کرتے اور اوسمیں تمکو خوشی ہوتی۔ غور کیجئے کہ اِتنی خوشی ہرگز نہوگی بس معلوم ہوا کہ صرف اپنا نام جتانے کے لئے کرتے ہیں ورنہ رونق تو دونوں صورتوں میں برابر ہے پھر دوسرے کے زینت کرنے میں خوشی کم کیوں ہے اور اس فضول خرچی سے تو یہ بہتر تھا کہ اس روپیہ کو مالک سے اجازت لیکر مؤذن کو دیدیا جاتا۔ مگر اوسکو کیوں دیتے۔ نام کیسے ہوتا۔ آپ سمجھتے ہوں گے کہ یہ فضول خرچی نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ فضول خرچی کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ مال خرچ کیا جاوے اور اوسمیں کوئی نیک غرض نہو پھر یہ فضول خرچی کیسے نہوگی اسمیں کون سی اچھی غرض ہے اور چونکہ بہت سے چراغ دِکھلاوہ کے لئے جلائے جاتے ہیں اسلیئے وہ جائز نہیں کیونکہ دِکھلاوہ کے لئے کام کرنا گناہ ہے پھر یہ لوگ اِسے ثواب بھی سمجھتے ہیں تو کتنی سخت بات ہوئی یہ خرابیاں ہیں زیادہ روشنی کرنے میں اور پھر یہ خرابی الگ رہی کہ اِنتظام کرنے تو روشنی ہی میں لگے رہتے ہیں نماز میں اونکا دل نہیں ہوتا اونھیں تو روشنی ہی کا خیال لگا رہتا ہے اور بعض وقت تو نماز میں بھی شریک نہیں ہوتے اُس روز کی تراویح اونکو معاف ہو جاتی ہے کہیں صفوں کے بیچ میں پھرتے ہیں کہیں ایک صف سے دوسری صف میں جاتے ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی گردنوں کو پھلانگے گا اوسکو قیامت کے دِن پُل کی طرح ڈالدیا جائیگا کہ مخلوق اوسپر راستہ چلیگی خرابیاں ہیں اس روشنی میں۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن شریف اور حدیث کے

فضول خرچی کے نقصانات

اوپر مسلمان عمل نکرینگے تو اور کون کریگا کیا دوسرے مذہب والے اوسپر عمل کرنے آئینگے۔ ذرا سوچو تو کہ ان حکموں کو صرف دیکھ لینا اور پڑھ لینا کیا کام دیسکتا ہے جبتک کہ اوسپر عمل نکریں اور مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ اونکو پڑھ لیتے ہیں دیکھ لیتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے اگر یہی حالت ہے تو کچھ تعجب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں اللہ تعالیٰ سے ہماری شکایت کریں کہ یارب ان قومی اتخذوا ہذا القرآن مہجورا ترجمہ اے رب میرے ضرور میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔ صاحبو قرآن کو صرف گھروں میں رکھنا اور زبان سے پڑھنا پورا کام نہیں دے سکتا بلکہ جو کچھ اوسکے اندر حکم ہیں اونکو بھی دیکھو اور دل پر اثر ڈالو اور اوسپر عمل کرو۔

ختم کے دن مٹھائی بانٹنے میں کیا کیا خرابیاں ہیں۔

اور ایک خرابی ختم کے دن یہ کر رکھی ہے کہ مٹھائی تقسیم کرتے ہیں۔ یہ خرابی اگرچہ ظاہر میں نہیں معلوم ہوتی مگر میں سمجھائے دیتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ یہ مٹھائی یا تو ایک شخص کی رقم سے آتی ہے تو اوسمیں یہ خرابی ہے کہ اوسکی نیت دکھلاوہ اور نام کرنیکی ہوتی ہے اور اگر چندہ سے ہوتی ہے تو اسمیں یہ خرابی ہے کہ چندہ زور ڈالکر وصول کرتے ہیں اور اس سے لوگوں کے دل دُکھتے ہیں اور دل دُکھا کر لینا ایسا ہی ہے جیسے کہ مار پیٹ کر لیا جائے۔ جب دوسرے کو دبا کر شرما کر لیا تو اسکے زبردستی ہونے میں کیا شبہ رہا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ شرما کر اور دباؤ ڈالکر لینا ایسا ہے جیسے لاٹھی کے زور سے لیا جائے۔ اللہ میاں اس تھوڑے ہی میں برکت دیتے ہیں جو خوشی کے ساتھ دیا جاوے اسکا خیال بہت ہی کم لوگ کرتے ہیں۔

مسجدوں کو پختہ بنانا اچھا ہے اور اونکو سجانا مناسب نہیں ہے۔

اکثر مسجدوں کے لئے چندہ اسی طریقہ سے کرتے ہیں کہ ایسے لوگ وصول کرتے ہیں کہ جنکا دباؤ دینے والوں پر پڑتا ہو اور وہ اونکے دباؤ اور لحاظ سے چندہ دیتے اور پھر اوسمیں بھی بعض چندہ فضول زینت کے واسطے کرتے ہیں جس سے حدیث میں منع کیا ہے اگرچہ وہ زینت اور سجاوٹ اپنے ہی مال سے کی جائے ہاں عمارت مسجد کی اگر مضبوط بنوائی جائے تو کچھ حرج نہیں مصالحہ عمدہ لگایا جائے عمارت بنانیوالے تجربہ کار ہوں۔ اینٹ پکی ہو انمیں کچھ خرابی نہیں اور اگر معمولی سی زینت بھی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور یہ تو کسی طرح درست نہیں کہ لوگوں سے زبردستی وصول کرکے مسجد کے سجانے میں خرچ کیا جاوے۔ چھپر کی مسجد بھی نماز پڑھنے کے لئے کافی ہے کیونکہ نماز سے مقصود اللہ میاں کے سامنے عاجزی کرنا ہے اور اسمیں چھپر کی مسجد اور پکی مسجد دونوں برابر ہیں بلکہ پکی مسجد میں تو بھول

ختم کی مٹھائی میں نیتیں خراب ہونیکی پہچان۔

عید کی رات میں روزہ کی نیت سے نہ کھانا بدعت ہے۔

بُو تو نہیں خیال بٹ بھی جاتا ہو اور چھپر کی مسجد میں سجاوٹ ہی نہیں جو اُس سے خیال بٹے تو جبکہ نماز کے مقصود ہی میں خلل آگیا تو سجاوٹ کیا کام دیگی۔ ایسا ہی حال ہے مٹھائی میں کہ اوسمیں بھی کوئی تعریف کرانیکے واسطے دیتا ہے کسی سے دباؤ ڈالکر لیا جاتا ہے اور اسکا امتحان یوں ہو سکتا ہو کہ اگر بعد میں نمازی زیادہ جمع ہو جائیں تو مٹھائی کی فکر پڑجاتی ہے تو جو انتظام کرنے والے ہوتے ہیں اونہیں تو اپنی آبرو کی پڑجاتی ہے اور نمازیوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ اب ایک ہی ایک بتاشہ ملیگا۔ پھر نماز میں دل لگنا تو کوسوں دُور رہ گیا۔ مٹھائی کیا آئی اتنے گناہ چپکا لائی۔ اور سوائے اسکے ایک یہ بات بھی ہے کہ اکثر بے نمازی لوگ بھی آجاتے ہیں اور تعجب نہیں کہ بعضے اُن میں سے ناپاک بھی ہوتے ہوں پھر لوگ باتیں کرتے ہیں بیہودہ باتیں کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کی بُرائی غیبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا ظلم سہتے ہیں۔ یہی حال ہے مولود شریف کی مٹھائی کا۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ عرب میں تو مٹھائی بانٹی جاتی ہے میں کہتا ہوں کہ بُری بات کسی کے کرنے سے اچھی نہیں ہو سکتی پھر یہ بات بھی ہے کہ تم میں اُتنی سادگی بھی نہیں ہے جتنی عرب میں ہے اونکی تو ایسی بے تکلف عادت ہو کہ جب کچھ آدمی رہجائیں اور مٹھائی ختم ہو جائے تو کہدیتے ہیں کہ خلاص یعنی مٹھائی ہو چکی اونکو یہاں کی طرح سے آبرو وغیرہ کی فکر نہیں ہوتی جسکو پہونچ گئی پہونچ گئی نہ پہونچی تو کچھ خیال نہیں۔ پس آپ اپنے کام کو اونکے کام کے ساتھ کیسے برابری دے سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مٹھائی بانٹنے کا رواج شروع اسطرح ہوا تھا کہ پورا قرآن سُن لینے سے خوشی ہوتی ہے اُس خوشی کی وجہ سے بانٹ دیا کرتے تھے اور خود مٹھائی بانٹنے کے اندر کوئی بُرائی بھی نہیں مگر اب تو اوسکے اندر بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں اسوجہ سے اوسکا چھوڑ دینا ضروری ہے۔ اور ہمارے شہروں میں ایک یہ رسم بھی پھیل گئی ہے کہ عید کی رات میں کچھ نہیں کھاتے اور اخیر رات میں صبح کی اذان کا انتظار کرتے ہیں۔ جب اذان ہو لیتی ہے تو کہتے ہیں کہ روزہ کھول لو پھر کچھ کھاتے ہیں تو اونکے نزدیک ابتک رمضان ہی باقی تھا حالانکہ عید کا چاند دیکھتے ہی دوسرا مہینہ شروع ہو گیا خیال تو کیجئے یہ کیسی بیوقوفی ہے دوسرے مہینہ کی ایک رات بھی گذر لی اور انکے یہاں ابھی روزہ ہی ہے۔ حدیث شریف میں تو ہے کہ چاند دیکھتے ہی روزے ختم کر دو اور انکے یہاں ایک اور گذر لینی چاہیے تب کہیں روزے ختم ہوں۔ اور شاید کوئی کہے کہ حدیث پر تو ہم عمل

کرلیا کہ چاند دیکھتے ہی روزہ افطار لیا تھا۔ اب رات میں کھانا نہ کھانا اپنا اختیار ہے تو سمجھلو کر کھانا نہ کھانے پر روک ٹوک نہیں کیجاتی بلکہ اسکو روزہ سمجھنے سے منع کیا جاتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ آپ اسکو روزہ سمجھتے ہیں ورنہ صبح کی اذان سنکر یہ نہ کہتے کہ روزہ کھول لو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس رات میں بے کھائے پیے رہنے کو روزہ سمجھتے ہیں اور یہ تو کھلی ہوئی بدعت ہے۔ ایسے موقع پر تو رسم توڑنے کے لئے خود ارادہ کرکے فجر سے پہلے ہی کھانا چاہئے۔ ایک رسم عید کے دن یہ کرتے ہیں کہ سوّیاں ضرور پکائی جاتی ہیں اگر سوّیاں نہ ہوئیں تو اونکے نزدیک کچھ ہوا ہی نہیں سمجھتے ہیں کہ عید کے دن خاص سوّیاں ہی ہونی چاہئیں حالانکہ سوّیاں اور دوسری چیزیں شرع سے برابر ہیں انکے اختیار کرنیکی صرف یہ وجہ تھی کہ دن عید کا کام کاج کا ہوتا ہے اس لئے زیادہ بکھیڑہ کی چیز سویرے سے نہیں پک سکتی اور منظور یہ ہوتا ہے سویرے سے کچھ کھاکر عید گاہ کو جائیں کیونکہ عید کے دن سویرے سے کچھ کھالینا ثواب ہے اسوجہ سے سوّیاں کا رواج ہوگیا کیونکہ وہ آسانی سے طیار ہوجاتی ہیں اوسمیں کچھ بکھیڑہ کرنا نہیں پڑتا پھر بعد میں دوستوں میں رشتہ داروں میں بھیجنے کا بھی رواج پڑگیا لوگ کہتے ہیں عید کا دن خوشی کا ہے دوستوں کے پاس تحفے کیوں نہ بھیجے جائیں اس سے محبت بڑھتی ہو مگر یہ دھوکا ہے کیونکہ رسم کے طریقہ سے دیتے ہیں کچھ محبت نہیں بڑھتی بلکہ اور رنجش پیدا ہوجاتی ہے تجربہ سے یہ بات ظاہر ہے ہاں بغیر رسم کے اگر کچھ محبت سے بھیجا جاوے تو اس سے بیشک محبت زیادہ ہوتی ہے جیسے کہ دو دوست آپسمیں ہدیہ کبھی کبھی بھیجدیا کریں اور رسم سے تو محبت بڑھتی نہیں دیکھ لیجئے کہ پیر و مرید ان میں کسقدر محبت ہوتی ہے کہ مرید پیر کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے پھر مال تو کیا چیز ہے۔ اتنی محبت اور کسی کی کبھی نہیں ہوسکتی مگر جب یہ بھی آپسمیں رسم برتنے لگتے ہیں تو کچھ محبت نہیں رہتی اکثر مرید پیر کی خدمت کیا کرتے ہیں اور اونکو نذر دیا کرتے ہیں اور اس سے محبت زیادہ ہوجاتی ہے مگر جب اسی نذر دینے کو رسم بنالیا تو دیکھ لیجئے کہ پیری مریدی کا اب کیا حال ہوگیا محبت تو کیسی اب تو یہ حالت ہے کہ جسجگہ پیر صاحب پہنچ گئے مرید آپ آپ کو چھپنے لگے کہ ایسا نہو کچھ دینا پڑے دعائیں مانگنی پڑتی ہیں کسی طرح پیر صاحب جلدی ٹلیں۔ اب فرمائیے کہ یا تو پیر کو نذر دینے سے اونکی خدمت کرنیسے محبت بڑھتی تھی یہاں اولٹی اور نفرت پیدا ہوگئی۔ یہ کسوجہ سے ہوا صرف اسی رسم سے۔ میرے ایک

ف: عید کے دن سویوں کو ضروری سمجھنا بدعت ہے۔

ف: رسم کی وجہ سے ہدیہ دینے سے محبت نہیں بڑھتی بلکہ اور رنجش پیدا ہوجاتی ہے۔

دوست کا قصہ ہو کہ ایک مدت تک اونھوں نے حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس خط نہیں بھیجا۔ میں نے اُن سے وجہ پوچھی تو کہا میں اتنے دنوں خالی ہاتھ رہا فکر میں ہوں کچھ روپیہ کہیں سے ملجائے تو خط لکھوں۔ میں نے کہا اس خیال میں ست پڑو ابتو ضرور بلا ہدیہ کے خط بھیجو۔ اب دیکھ لیجئے کہ ایک مدت تک اس خیال نے اونکو فائدہ حاصل کرنے سے روکے رکھا۔ اگرچہ پیر کو ہدیہ دینا اچھی بات ہو مگر رسم کرلینے سے اسمیں خرابی آگئی۔ ایسے ہی عید کے دِن کے ہدیہ ہیں اگر انمیں آپ غور کریں تو معلوم ہوجائے کہ یہ قرض دئے جاتے ہیں کیونکہ دیتے وقت یہ ضرور نیت ہوتی ہے کہ اوسکے یہاں سے بھی آئیگا۔ اور اگر ایک مرتبہ نہ آئے تو اِدہر سے بھی بند ہوجاتا ہو پس یہ ہدیہ تو نہ رہا یہ تو قرض ہوگیا۔ پھر قرضدار ہونے سے یا قرضدار کرنے کیا فائدہ۔ خلاصہ یہ کہ جن جن کاموں میں خرابیاں ہیں اُن سب سے بچنا چاہئے ذراسی خوبی کسی کام میں دیکھکر اوسکو کرلینا اور اوسکی خرابیوں پر نظر نکرنا بڑی بیوقوفی ہے۔ اب وعظ ختم کرتا ہوں اور جو کچھ سارے وعظ کا خلاصہ ہو اوسکو دُہراتا ہوں کہ روزہ رکھا مگر پیٹ حرام سے بھرا اور دِن کو بھی غیبت وغیرہ میں پھنسے رہے تو یہ روزہ کس کام کا ہوا۔ حاصل یہ کہ روزے کے جو آداب ہیں اور جو اوسکے حق ہیں اونھیں سیکھو اور عورتوں کو بھی سکھاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت سے روزے رکھنے والے اور رات کو نفلیں پڑھنے والے ایسے ہیں کہ اون کی بھوک اور پیاس کی اللہ میاں کو کچھ حاجت نہیں اور اگر جیسے کہ روزہ رکھنا چاہئے تھا ویسے ہی رکھ لیا تو اوسکے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ روزہ اور نماز دونوں شفاعت کریں گے پس اوسکے ساتھ دو نگہبان عذاب سے بچانے کے لئے موجود ہونگے پھر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جسکے لئے دو سرکاری نگہبان موجود ہوں اوسکی کیسے نجات نہ ہوگی۔ خدائے تعالیٰ عمل کی توفیق بخشیں۔ آمین۔

تمت

سلسلہ تسہیل المواعظ کے تین وعظ ملقب بہ حساب کی آمد۔ حاضری کا خوف۔ رمضان کا خالص رکھنا ختم ہوئے

(ماہ ربیع الاولی ۱۳۳۵ھ)

خوشخبری

الحمد للہ والمنۃ کہ سلسلہ تسہیل المواعظ کا پہلا حصہ جسمیں یہ تین وعظ ہیں (۱) حساب کی آمد (۲) حاضری کا خوف (۳) رمضان کا خالص رکھنا چھپ گیا ہے بقیہ حصے طیار موجود ہیں وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد چھپکر شائع ہوجاوینگے۔

گذارش

واضح ہو کہ اس سلسلہ تسہیل المواعظ کا اہتمام خاص ہم خاکساران نے کیا ہے۔ اور انشاء اللہ یہ سلسلہ دراز رہیگا اور نیز حضرت والا کے جدید مواعظ یعنی سلسلہ حسن الموعظت و قدیم مواعظ مثل دعوات عبدیت و التذکیر وغیرہ ہمارے کتب خانہ میں موجود ہیں جسقدر جلدیں یا دیگر تالیفات حضرت مولانا مدظلہ مندرجہ فہرست مطبوعہ مطلوب ہوں پتہ ذیل سے بذریعہ ویلیو طلب فرمائیں۔ (اور بڑی فہرست تالیفات حضرت مولانا مدظلہ و دیگر بزرگان دین مع جنتری ۱۹۱۶ء آدھ آنہ کے ٹکٹ آنے پر مفت دیجائیگی)

ملنے کا پتہ } مولوی محمد فضل اللہ و علی زین العابدین مالکان کتبخانہ اسلامیہ دینیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

فہرست مضامین سلسلہ تسہیل المواعظ یعنی حساب کی آمد۔ حاضری کا خوف۔ رمضان کا خاص رکھنا

جملہ فرمائشیں و خط و کتابت بنام مولوی محمد فضل اللہ و علی زین العابدین مالکان کتب خانہ اسلامیہ دینیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر